ماہنامہ **محدّث** بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی — **مولانا عبدالمتین مدنی**

عدد مسلسل: ۳۴۱
جلد: ۳۰ ، شمارہ: ۵

جمادی الآخرۃ ۱۴۳۳ھ

مئی ۲۰۱۲ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپئے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپئے

مراسلت کا پتہ

دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مدیر	۴
۴-وما أرسلناک إلا رحمۃ للعالمین	علامہ سید سلیمان منصور پوری	۷
۵-مرد مصلی کی صف کے پیچھے نماز نہیں	مولانا عبدالسلام مدنی	۱۱
۶-مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ......	مولانا اسعد اعظمی	۱۵
۷-وراثت میں بیٹیوں کی حق تلفی......	عبدالسمیع محمد ہارون سلفی	۲۰
۸-سکھ مت	مولانا محمد مستقیم سلفی	۲۳
۹-آپ ﷺ کی شفقت ورحمت	محمد اسلم مبارکپوری	۲۶
۱۰-اسلام کے چند محاسن......	سعید الرحمٰن عبدالمجید	۳۱
۱۱-فلم بینی اور اس کے مضر اثرات	فہیم احمد شریف احمد	۳۵
۱۲-شخصیت پرستی: ایک مہلک وبا	محمد حامد محمد شفیع	۴۱
۱۳-اتحاد ابناء السلفیۃ بنارس......	ادارہ	۴۴
۱۴-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۵ -باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۶
۱۶-چمن زارکا	سالک بستوی	۴۸

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دوفرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

(۶) عبداللہ سعود بن عبدالوحید

قرآن مجید ۲۳ رسالہ دورنبوت میں وقفہ وقفہ سے نازل ہوا اور اللہ کے رسول محمد ﷺ نے اس کو امت تک پہنچایا، اس پر خود بھی عمل کیا اور صحابہ کرام نے بھی اور جہاں وضاحت وتفسیر کی ضرورت پیش آئی اللہ کے رسول سے درخواست کیا اور آپ نے اس کو واضح فرمایا، جو احادیث رسول کی صورت میں موجود ہے، قرآن اور حدیث کو الگ نہیں کیا جاسکتا، مکمل دین بغیر احادیث رسول کے ہم نہیں پاسکتے، قرآن بھی منزل من اللہ ہے تو احادیث رسول بھی منزل من اللہ، سورہ نجم آیت نمبر ۳، ۴ میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ محمد ﷺ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتے، جو بولتے ہیں یہ وحی الہی ہوتی ہے جو آپ پر وحی کی جاتی ہے، کئی واقعات اس کے گواہ ہیں، کسی صحابہ نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ خاموش رہے، آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے صحابہ کو اس کا جواب دیا، واقعہ افک کے موقع پر جب منافقین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور کچھ نیک بندے بھی اس افواہ میں پھنس گئے، تو اس موقع پر آپ ﷺ سخت تردد میں مبتلا تھے۔ حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ آپ نے خاموشی اختیار کرلی اور اس وقت تک آپ نے اپنی بات نہ کہی جب تک اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ نہ کردیا، سورہ نور کی دس آیتیں نمبر ۱۱ تا ۲۰ نازل ہوئیں، مسئلہ سنگین تھا اللہ نے اس کو وحی متلو یعنی قرآن کی آیتوں میں شامل کردیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے یقین تھا اللہ میرا فیصلہ کرے گا مگر میں نہ سمجھتی تھی کہ اللہ تعالی قرآن کی آیت نازل فرمائے گا بلکہ میں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالی وحی کے ذریعہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ فرماکر میری پاکدامنی کو واضح کردے گا۔

اللہ کے رسول محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ: "ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه" (مسند احمد: ۲۱۳/۱۷، ابوداود: ۴۶۰۶) کہ مجھے اللہ کی کتاب (قرآن) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی (کلام) دیا گیا ہے، جو احادیث رسول کی طرف اشارہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ چیزیں یمن سے بھیجیں، آپ نے اس کو چند لوگوں میں تقسیم کردیا، ایک شخص نے کہا کہ میں ان لوگوں سے زیادہ حق دار تھا آپ نے مجھے نہیں دیا۔ یہ بات آپ ﷺ تک پہنچ گئی، آپ نے فرمایا: "ألا تأمنوني وأنا أمين من في السماء يأتيني خبر السماء صباحا ومساء" (صحیح بخاری: ۴۰۹۴) تم مجھ کو امانت دار نہیں سمجھتے حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمان میں ہے، میرے پاس آسمان سے خبریں صبح وشام آتی رہتی ہیں۔

جو لوگ اسلام کی کتاب صرف قرآن مجید کو ہی سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں ان کو اسلام کی اشاعت کے ساتھ سیرۃ النبی کا مطالعہ کرنا چاہئے، کس طریقہ سے نبی کریم ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کی اور صحابہ کرام نے اس کو کس طرح محفوظ کیا اور آنے والی انسانی نسل تک پہنچایا۔ یہ تمام معلومات محدثین کرام نے حدیث کی کتابوں میں جمع کردیا ہے۔ (جاری)

☆☆☆

درس حدیث

بے حیائی سے اجتناب کرو

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيْءِ. (سنن الترمذی:۱۹۷۷)

ترجمہ: صحابی رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مومن طعن وتشنیع اور لعنت وملامت کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی بدخواور بدزبان ہوتا ہے۔

اسلام مکارم اخلاق کا پیامبر ہے، وہ دنیائے انسانیت کو مکارم اخلاق اختیار کرنے کی تعلیم دیتا اور انہیں برے اخلاق وعادات ترک کرنے اور ان سے دوری بنا کر رہنے کی تاکید کرتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو اپنی عملی زندگی میں اسلامی اخلاق وکردار کو اپنانا چاہئے، اسے اسلامی اخلاق وکردار کا آئینہ دار اور ترجمان ہونا چاہئے، بدخلقی، بدگوئی، بے حیائی اسے زیب نہیں دیتی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فواحش (بے حیائی کی باتیں اور بے حیائی کے کاموں) کو بڑے گناہوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور اس کے قریب جانے سے منع کیا ہے۔(سورہ انعام:۱۵۱)

اسی سے اس گناہ کی قباحت وشناعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بے حیائی میں ملوث انسان نہ صرف اللہ کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ ہے بلکہ اس انسانی معاشرہ میں جو شرم وحیا، عفت وپاکدامنی اور شرافت ومروت کا آئینہ دار ہو، ایسے شخص کے لیے نہ کوئی مقام ہے اور نہ کوئی احترام بلکہ وہ اچھوت اور لامساس بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اس سے دوری بنا کر رکھتے ہیں اور اسی میں پورے معاشرہ کی عافیت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک مومن کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ لعن طعن کرنے والا آدمی نہیں ہوتا، اس کی زبان پاکیزہ ہوتی ہے، اس کی باتیں نرم اور محبت آمیز ہوتی ہیں، وہ ناراضگی کی حالت میں بھی اپنے اخلاق جوہر کو نہیں کھوتا، بلکہ اس کا اظہار حیا وادب کے دائرہ میں رہ کر کرتا ہے۔

اسی طرح اس کی گفتگو حیا کی حدوں کو پامال نہیں کرتی، نہ وہ فحش باتیں زبان پر لاتا ہے اور نہ ہی مباح باتوں کو بے موقع زبان پر لا کر اسے فحش بنا دیتا ہے اور نہ ہی اس کی ایسی ترجمانی کرتا کہ وہ بات پھوہڑ بن جائے، اسی طرح وہ اپنے عملی مظاہرہ میں بھی حیا کے دامن کو نہیں چھوڑتا، تمام منکرات ومحرمات سے اجتناب کرتا ہے، مباح اور جائز کاموں کو بھی موقع ومحل کی رعایت کے ساتھ انجام دیتا ہے، اخلاقی قدروں کا احترام اور ان کی پاسداری کو اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے، ہر اس کام سے یا ہر اس تقریب سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے جس سے اس کی پاکیزہ شخصیت پر آنچ آئے، ایسا پاکباز اور حیادار انسان اللہ کا بھی محبوب بندہ ہوتا ہے، اور اس کی محبت اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے۔

☆☆☆

افتتاحیہ

منافقین کی گندی بیماریاں

ایمان جہاں کچھ مضبوط ہوتا ہے وہاں نفاق بھی پھیلنے لگتا ہے جو مسلمانوں اور مسلم معاشرہ کے لیے فتنوں کا سبب بنتا رہتا ہے، مسلم معاشرہ خوب قوی ہوجائے تو نفاق بھی طرح طرح کی راہیں ڈھونڈھ کر قوت کے مظاہرہ کی دھن میں رہتا ہے، منافقوں کی گندی بیماریوں کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بہت کیا ہے، الفرقان کویت کی ایک جامع تحریر کی اساس پر درج ذیل سطور لکھی جارہی ہیں انہیں بغور دیکھا جائے اور منافقین کے گندے اوصاف کی پہچان رکھی جائے اور ان سے پرہیز کیا جائے۔

(۱) دل کی بیماری: ﴿فِیْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً﴾ (البقرة:۱۰) ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو اللہ تعالی نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔

(۲) اللہ سے برا گمان: ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّيْنَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾۔ (الفتح:۶) تاکہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھتے ہیں۔

(۳) اللہ کی آیات کا مذاق اڑانا: ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئاً اتَّخَذَهَا هُزُواً أُوْلَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (الجاثیة:۹) اور جب اسے ہماری کسی آیت کی خبر ہوتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے، ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

(۴) زمین میں فساد پھیلانا اور اصلاح کا دعوی کرنا: ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِیْ الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ، أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُونَ﴾ (البقرة:۱۱-۱۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں اصل میں ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں، مومنو ہوشیار رہو بے شک یہی لوگ فساد برپا کرنے والے ہیں لیکن سمجھ نہیں رہے ہیں۔ ﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِیْ الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيِهَا﴾ (البقرة:۲۰۵) اور جب وہ آپ کے پاس سے لوٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۵) مومنوں کو بے وقوف کہتے ہیں: ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء﴾ (البقرة:۱۳) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے، ہوشیار رہو درحقیقت وہی لوگ بے وقوف ہیں۔

(۶) ہمیشہ جھگڑا قائم رکھنا ساتھ ہی بعض اوقات خوبصورت باتیں کہنا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِیْ الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ (البقرۃ:۲۰۴) اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے جس کی بات دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی معلوم ہوگی، اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ بدترین جھگڑالو ہوتا ہے۔

(۷) کافروں سے دوستی رکھنا اور مومنوں کے برے وقت کے انتظار میں رہنا: ﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَاباً أَلِيماً، الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ العِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعاً﴾ (النساء:۱۳۸) آپ منافقوں کو خوش خبری دے دیجئے کہ بے شک ان کے لیے دردناک عذاب ہے، جو لوگ مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں حالانکہ ساری عزت اللہ کے اختیار میں ہے۔

(۸) اللہ کو دھوکا دینا، عبادات میں سستی کرنا، ریا کاری کرنا، ذکر الٰہی کم کرنا، مومنوں اور کافروں کے درمیان پس وپیش کی حالت میں رہنا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُواْ إِلَى الصَّلاَةِ قَامُواْ كُسَالَى يُرَآؤُونَ النَّاسَ وَلاَ يَذْكُرُونَ اللّهَ إِلاَّ قَلِيلاً، مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لاَ إِلَى هَـؤُلاء وَلاَ إِلَى هَـؤُلاء وَمَن يُضْلِلِ اللّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلاً﴾ (النساء:۱۴۲) بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ انہیں دھوکہ میں ڈالنے والا ہے، اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہل بن کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں سے ریا کاری کرتے ہیں اور اللہ کو برائے نام یاد کرتے ہیں، وہ شک اور تردد کی حالت میں نہ ان کی طرف ہوتے ہیں اور نہ ان کی طرف، اور جس کو اللہ گمراہ کردے اس کے لیے آپ کوئی راہ نہ پائیں گے۔

(۹) مومنوں کو دھوکا دینا: ﴿يُخَادِعُونَ اللّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (البقرۃ:۹) یہ لوگ اللہ کو اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور سمجھ نہیں رہے ہیں۔

(۱۰) غیر اللہ سے فیصلہ چاہنا اور اللہ کے احکام سے منہ پھیرنا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيداً، وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَى مَا أَنزَلَ اللّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُوداً﴾ (النساء:۶۰-۶۱) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ آپ پر اتاری گئی اور آپ سے پہلے اتاری گئی کتابوں پر ایمان لے آئے ہیں، چاہتے ہیں کہ غیر اللہ سے فیصلہ کرائیں حالانکہ انہیں اس کے انکار کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور شیطان انہیں راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور رسول کے پاس آؤ تو آپ منافقین کو دیکھتے ہیں کہ یہ آپ سے اعراض کررہے ہوتے ہیں۔

(۱۱) مومنوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا: ﴿لَوْ خَرَجُواْ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلاَّ خَبَالاً ولأَوْضَعُواْ خِلاَلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ (التوبۃ:۴۷) اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے لیے شر وفساد میں اضافہ ہی کرتے، اور فتنہ پھیلانے کے ارادے سے تمہاری صفوں میں جھوٹی باتوں کے گھوڑے دوڑاتے، اور اب بھی تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

(۱۲) جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أوتمن خان" (وفي رواية) "وإذا خاصم فجر". منافق کی تین نشانی ہے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو مکر جائے، جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (ایک روایت میں ہے) جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔

(۱۳) بری باتوں کا حکم دینا، بھلی باتوں سے روکنا، اور اللہ کو بھول جانا: ﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُواْ اللّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (التوبۃ:۶۷) منافق مرد اور منافق عورتیں سب کا حال ایک ہے، سبھی برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں، اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ بھی انہیں بھول گیا، بے شک منافقین ہی بدکار لوگ ہیں۔

(۱۴) کافروں، منافقوں اور بدکاروں کی بعض باتوں میں اطاعت کرنا: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ (محمد:۲۶) یہ برتاؤ ان کے ساتھ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ کتاب سے نفرت کی، کہا کہ ہم (اسلام اور محمد کے خلاف) بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔

(۵) انہیں محبوب ہوتا ہے کہ ایمان والوں میں بے حیائی رواج پائے (واقعہ تہمت عائشہ ام المؤمنین ؓ): ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النور:۱۹) جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے درمیان بدکاری رواج پائے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، اور تم کچھ نہیں جانتے ہو۔

افسوس قوم کی اکثریت منافقین کی چالوں اور ان کے انجام کو نہیں سمجھ پاتی، ایسے میں دین کے داعیوں اور علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ کتاب وسنت اور سیرت رسول وسیر صحابہ سے پختہ دلائل کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے فریب میں آنے سے محفوظ رکھیں!

☆☆☆

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

علامہ سید سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اور آپ کی کتاب رحمۃ للعالمین محتاج تعارف نہیں، مستند اور محقق کتب سیر میں یہ سرفہرست ہے، اس کتاب میں مؤلف نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کو بڑے والہانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ چند خصوصیات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔(ع م)

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو کافروں اور منکروں کو بھی باآواز بلند سُناتا ہے: ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنٌ'' تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔ رحمۃ للعالمین وہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے: لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی '' دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے تحقیقی ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہوگیا ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے: ''مَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلَاغ'' رسول ﷺ کا کام لوگوں کو احکام الٰہی کا سنا دینا ہے اور بس۔ رحمۃؐ للعالمین وہی ہے جو تمام عالم کو نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے: ''لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (سورہ ممتحنہ ع:۲) خدا تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا۔ بلکہ خدا تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے: ''اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ'' (سورہ فصلت ع:۵) بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملات انصاف میں عداوت ونفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (مائدہ ع۸)

کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمہیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو، یہی خدا شناسی سے قریب تر ہے اور تقوی اختیار کرو، تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُواْ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ ۔ (سورہ مائدہ ع ۲)

قوم کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو، تم تو نیکی اور تقوی کے کاموں میں ان کی مدد کرو، اور گناہ سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، خدا سے ڈرتے رہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شہادت واقعہ کے لیے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔ (مائدہ ع ۲)

اے ایمان والو اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنَّ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔ (نساء ع ۲۱)

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف یا اقربا کے خلاف ہو، امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمہیں آتے ہو، مگر یاد رکھو کہ خدا ان دونوں سے بڑھ کر ہے، دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی کرو، یا دبی زبان سے کوئی بات کہو، گواہی سے ہی ٹل جاؤ، یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ۔ (روم ع ۳۰)

خدا کے نشانیوں میں سے ایک یہ آیت ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنایا تا کہ تم ان سے تسلی پاؤ، پھر تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا، سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا بلکہ یوں خبر دی:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ۔ (الزخرف ع ۱۷)

تم اور تمہاری بیویاں نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ۔ (سورہ بقرہ ع ۲۸)

عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔

پھر سنیارٹی کے متعلق یہ تعلیم فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔

مرد غالب ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو خدا نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے۔اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔(نساء ع ٦)

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (مائدہ ع ۵)

اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے، وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ، مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے، دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا، اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے احکام کو سنو:

(۱) أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ اَلَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ (سورہ حج ع ٦)

جن مسلمانوں سے قتال ہوا ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم تھے اور خدا ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے، یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں، صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے، اگر خدا تعالیٰ (یہ اجازت دے کر) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معابد، پارسیوں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جائیں۔

(۲) وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا۔ (النساء ع ۱۰)

خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے نہ تو ملک گیری کے لیے نہ ہوس حکمرانی کے لیے بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا، نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام

پڑھوانے کے لیے بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں کے معابد کو حفاظت وحمایت میں مثل مساجد لے کران سب کوانہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اوران کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کرسکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تا کہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں جس سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ. (التوبہ ع ۱)

یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے لیکن جنگ شروع ہوجانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

الف- إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ.

جولوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔

ب- أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ.

یا وہ جو حاضر ہوکر ظاہر کردیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔ (سورہ نساء ع ۱۲)

تو وہ جنگ سے مستثنی ہوں گے چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا. (نساء ع ۱۲)

پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہوجائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبولوانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان مسلمانوں کا تعلق بينكم وبينهم ميثاق ہی کا نہ ہوتا بلکہ وہ تو (فاخوانكم في الدين) کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنی ہوجائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کرلے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانبدار) رہے گا، نہ مسلمانوں کا طرفدار ہوگا نہ ان کے مخالفین کا، دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بجبر قبولوانا ہوتا تو ان غیر مذہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

☆☆☆

مرد مصلی کی صف کے پیچھے نماز نہیں

مولانا عبدالسلام مدنی
ٹیکریا، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی

حامدا ومصليا أما بعد، فأقول:

شریعت اسلام میں نماز کا مقام اور اس کے آداب وشرائط واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں، انہیں میں نماز باجماعت کے احکام بھی ہیں، اور صفیں کیسے لگائی جائیں، یہ سب تفصیلات مذکور ہیں۔

اس تحریر کا باعث یہ ہے کہ کچھ مصلیان کو دیکھا گیا ہے کہ جب صف میں گنجائش نہیں رہتی ہے تو وہ تنہا کھڑے ہو کر نماز باجماعت ادا کر لیتے ہیں، جب کہ احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اور چند روایتیں ثابت ہیں:

(ا) عن وابصة بن معبد، قال: رأى رسول الله ﷺ رجلا يصلي خلف الصف وحده، فأمره أن يعيد الصلاة. (رواه أحمد، والترمذي، وأبوداود، وقال الترمذي: هذا حديث حسن) (مشكاة مع المرعاة ج ٤، ص ٢٤)

قال الحافظ: صححه أحمد وابن خزيمة وغيرهما (مرعاة " ")

وقال الشيخ الألباني: صححه أحمد وجماعة غيره، وهو حرى بذلك فإن له طرقا وشواهد، .... (مشكاة ج ١، ص ٣٤٥)

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ صلاۃ کا اعادہ کرو۔ (احمد، ترمذی وغیرہ - حدیث صحیح)

صاحب تحفہؒ اپنی شرح میں لکھتے ہیں: فيه دلالة على أن الصلاة خلف الصف وحده لا تصح، وأن من صلى خلف الصف وحده فعليه أن يعيد الصلاة. (التحفة ج٢، ص ٢٣)

حضرت وابصہؓ کی مذکورہ روایت میں اس مسئلہ کی دلیل موجود ہے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز ادا کرنے والے کی نماز صحیح نہیں ہے، اور اس کا بھی ثبوت ہے کہ اس پر نماز کا اعادہ کرنا ہے۔ (" ")

اس مسئلہ میں صاحب مرعاۃ نے اختلاف علماء نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وإليه (أي لا تصح الصلاة، وعليه إعادتها) ذهب أحمد ...... وأكثر أهل الظاهر وقال مالك والشافعي وأبوحنيفة: صلاة من صلى خلف الصف منفردا صحيحة، لكنه يأثم۔ (مرعاۃ ج۴، ص۲۲)

یعنی امام احمد اور اکثر اہل ظاہر کا مسلک یہی ہے کہ وہ نماز صحیح نہیں ہے اور ایسے مصلی پر نماز کو دوبارہ پڑھنا ہے، اور امام

مالک، شافعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا مسلک صحت صلاۃ کا ہے، مگر مصلی گنہگار ہوگا۔ (مرعاۃ " ")

صاحب مرعاۃ ؒ نے پہلے قول کو حق اور درست کہا ہے: والقول الأول هو الحق، يدل عليه حديث وابصة، وهو حديث صحيح، ويدل عليه أيضا حديث علي بن شيبان، قال: رأى رسول الله ﷺ رجلا يصلي ...... الحديث. (مرعاة " ")

یعنی امام احمد وغیرہ کا قول حق ہے، اس کی دلیل حدیث وابصہ رضی اللہ عنہ ہے جو صحیح ہے، نیز علی بن شیبان ؓ کی بھی روایت دوسری دلیل ہے۔

(۲) قال علي بن شيبان: رأى رسول الله ﷺ رجلا يصلي ......، فقال له رسول الله ﷺ: استقبل صلاتك، فإنه لا صلاة لرجل فرد خلف الصف. (أخرجه أحمد وابن ماجه وابن حزم ......)

وهو حديث صحيح، قال البوصيري: إسناده صحيح ورجاله ثقات، وقال أحمد: حديث حسن. (مرعاة ج ٤، ص ٢٣)

ترجمہ: حضرت علی بن شیبان ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا جو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہے تھے، آپ وہاں ٹھہرے رہے، جب وہ صلاۃ سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نئے سرے سے نماز پڑھو، کیونکہ کسی مرد کی صف کے پیچھے اکیلے نماز نہیں۔ (احمد، ابن ماجہ وغیرہ، حدیث صحیح)

(۳) ایک تیسری روایت حضرت طلق بن علی ؓ کی ہے:

عن طلق بن علي مرفوعا: لا صلاة لمنفرد خلف الصف. رواه ابن حبان. ذكره الحافظ في بلوغ المرام. (مرعاة ج ٤، ")

ترجمہ: حضرت طلق بن علی ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صف کے پیچھے تنہا (مصلی) کی نماز صحیح نہیں۔ (ابن حبان، حافظ نے بلوغ المرام میں ذکر کیا ہے)

صاحب مرعاۃ ؒ لکھتے ہیں کہ حدیث طلق بن علی ؓ، علی بن شیبان ؓ کی روایت کی تائید کرتی ہے، پھر دو روایتیں مزید تائید میں ذکر کی ہیں۔ (" " ")

احادیث مذکورہ میں "لا صلاة لرجل .. الخ" کی تعبیر بعینہ ویسی ہی جیسی "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" والی روایت کی ہے کہ بغیر فاتحہ پڑھے کسی کی نماز صحیح نہیں ہے، یعنی حقیقت صلاۃ کی نفی کی گئی ہے، نفی کمال نہیں ہے، فافهم وتدبر.

صف سے کسی کو کھینچنا:

صف میں جگہ نہ پانے کی صورت میں اس سے کسی کو بآسانی کھینچ لینے کی خاص روایتیں آتی ہیں، مگر ان سب میں شدید

ضعف ہے، اور وہ لائق احتجاج نہیں ہیں، مگر شریعت میں دوسری عمومی دلیلوں سے صف سے نکالنے کا ثبوت ہے۔

(١) قال الشوكاني: أما مشروعية انجذاب .... فلم يثبت ما يدل على ذلك بخصوصه ......، ثم قال: ولكن في الانجذاب معاونة على البر والتقوى، فيكون مندوبا من هذه الحيثية.. انتهى. (مرعاة '' '')

یعنی علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صف سے کسی کے کھینچنے سے متعلق خاص دلیل ثابت نہیں ہے، لیکن پیچھے ہونا کارخیر میں معاونت ہے، اس اعتبار سے ایسا کرنا مندوب اور مستحسن کام ہے۔ ('' '' '')

(۲) صاحب مرعاۃ ؒ نے اس مسئلہ میں جواز کی مزید ایک عمومی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی ایک روایت کی شرح میں ذکر کی ہے:

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله ﷺ: أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، وسددوا الخلل، ولينوا بأيدي إخوانكم .... الحديث. رواه أبوداود.

وسكت عنه هو والمنذري. (مرعاة ج٤، ص ٢١)

وقال الشيخ الألباني: إسناده صحيح. (مشكاة ج١، ص ٣٤٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفوں کو درست کرو، کندھوں کو بالمقابل رکھو، صف کی خالی جگہ پُر کرو، اپنے بھائیوں کے لیے نرم رہو..........الخ۔ (ابوداود، حدیث صحیح)

صاحب مرعاۃ "لينوا بأيدي إخوانكم" کی شرح میں فرماتے ہیں: أى كونوا لينين هينين منقادين إذا أخذوا بها ليقدموكم حتى يستوى الصف، لتنالوا فضل المعاونة على البر والتقوى، ويصح أن يكون المراد لينوا بيد من يجركم من الصف، أي وافقوه وتأخروا معه لتزيلوا عنه وصمة الانفراد التي تبطل الصلاة بها. (مرعاة ج٤، ص ٢٠)

یعنی اپنے دینی بھائیوں کے لیے نماز میں بڑے نرم، مطیع ومنقاد رہو، جب درستگی صف کے لیے تمہیں آگے بڑھائیں تو ویسے ہوجاؤ تاکہ کارخیر میں شرکت کا شرف حاصل کرلو، اور یہ معنی بھی لینا صحیح ہے کہ اگر کوئی تمہیں صف سے پیچھے کرے تو اس کی موافقت کرو اور پیچھے ہوجاؤ تاکہ اس سے خلف الصّف تنہا نماز پڑھنے کا عیب زائل کردو جس کی وجہ سے اس کی صلاۃ باطل ہوجاتی ہے۔ ('' '')

(۳) تیسری دلیل: آپ ﷺ نے خود امامت کرتے ہوئے دو مصلیوں کو جو آپ ہی کے برابر کھڑے تھے ہاتھ پکڑ کر پیچھے کھڑا کردیا ہے، الفاظ حدیث ہیں:

عن جابر، قال: قام رسول الله ﷺ ليصلي، فجئت حتى قمت عن يساره، فأخذ بيدي

فأدارني، حتى أقامني عن يمينه، ثم جاء جبار بن صخر فقام عن يسار رسول الله ﷺ، فأخذ بيدينا جميعا فدفعنا حتى أقامنا خلفه. رواه مسلم. (مشكاة مع المرعاة ج٤، ص ٢٨)

وروى أحمد عنه (أن عن جابر) قال: قام النبي ﷺ يصلي المغرب، فجئت ...... الحديث. (مرعاة ج ٤، ص ٢٩)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، میں آیا اور آپ کے بائیں کھڑا ہوگیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھما کر اپنے دائیں کرلیا، اس کے بعد جبار بن صخر ؓ آئے اور آپ کے بائیں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ایک ساتھ ہٹا کر اپنے پیچھے کھڑا کردیا۔ (مسلم شریف)

احمد کی روایت میں ہے کہ یہ نماز مغرب کی تھی۔

حضرت جابر کی روایت کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: في الحديث فوائد، منها: جواز العمل اليسير في الصلاة .. الخ.

حدیث سے چند شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ عمل یسیر (معمولی کام) ضرورت پر جائز ہے اور اگر حاجت نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (مرعاة " ")

اگر تین مصلی ہوں تو افضل ہے کہ امام آگے رہے لیکن اگر ایک ہی صف میں رہے تو بھی جائز ہے، قال ابن سيد الناس: وليس ذلك، أي وقوف الاثنين خلف الإمام شرطا عند أحد منهم، ولكن الخلاف في الأولى والأحسن. (مرعاة " ")

یعنی یہ اختلاف افضل کے سلسلہ میں ہے کسی کے نزدیک دو کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا شرط نہیں ہے، تو جب افضل کی مصلحت سے امام حالت نماز میں دو کو پیچھے کرسکتا ہے تو جو ابھی شریک صلاۃ نہیں ہوا ہے ایک مصلی کو اپنی نماز کو بطلان سے بچانے کی خاطر بدرجۂ اولی پیچھے کرسکتا ہے۔ هذا ما عندي والله تعالى أعلم.

عورت کا تنہا نماز پڑھنا:

عورت کی تنہا نماز مردوں کی صف کے پیچھے کسی عورت کے نہ ہونے پر جائز ہے، عن أنس، قال: صليت أنا ويتيم في بيتنا خلف النبي ﷺ، وأم سليم خلفنا. رواه مسلم. (مرعاة ج٤، ص ٣٠)

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم (ابن سعد حمیری) نے اپنے گھر میں نبی ﷺ کی اقتداء میں (نفلی) نماز ادا کی، حضرت ام سلیم (میری ماں) ہمارے پیچھے نماز میں شریک تھیں۔ (مسلم شریف)

هذا ما تيسر لي، والله أعلم. اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه. آمين يا رب العالمين.

☆☆☆

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

مدرسہ کے زائرین

(قسط:۲۲)

مولانا اسعد اعظمی/ استاذ جامعہ سلفیہ

مدرسہ کی عظمت وشہرت اور نیک نامی کی وجہ سے ملک وبیرون ملک کے اکابر علما، فضلا ومفکرین کا وہاں آنا جانا لگا رہتا تھا، بڑی بڑی نامور ہستیاں بصد شوق مدرسہ کی زیارت کرتیں، وہاں کے نظم وضبط، تعلیم وتربیت اور متعلقہ امور کا جائزہ لیتیں، عموما ان مواقع پر مدرسہ کے ہال (دارالتذکیر) میں ان شخصیتوں کو استقبالیہ دیا جاتا، طلبہ اپنی علمی ودعوتی صلاحیتوں کا ان کے سامنے مظاہرہ کرتے اور ان کے نصائح اور مشوروں سے مستفید ہوتے۔ مدرسہ کی زیارت کرنے والی چند مایہ ناز ہستیوں کے اسمائے گرامی یہاں ذکر کیے جارہے ہیں:

۱-مولانا ابوالکلام آزاد
۲-ڈاکٹر ذاکر حسین (سابق صدر جمہوریہ ہند)
۳-مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری
۴-مولانا ثناءاللہ امرتسری
۵-مولانا محمد داود غزنوی
۶-مولانا محمد اسماعیل غزنوی
۷-مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
۸-مولانا عبدالقادر قصوری
۹-مولانا سید عبداللہ بن عبداللہ غزنوی
۱۰-مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی
۱۱-پروفیسر عبدالعزیز میمنی
۱۲-جمال الدین پاشا غزی (مندوب حجاز)
۱۳-مولانا اعزاز علی (دارالعلوم دیوبند)
۱۴-مولانا فضل الرحمٰن باقی غازی پوری
۱۵-مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی
۱۶-مولانا محمد صاحب جونا گڈھی
۱۷-شیخ شویل قاضی مدینہ
۱۸-مولانا عبدالتواب علی گڑھی
۱۹-مولانا فضل حق خیرآبادی
۲۰-خواجہ عبدالحی فاروقی
۲۱-مولانا اسلم جیراجپوری وغیرہم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض مہمانوں کی آمد اور استقبال کی کچھ تفصیلات بھی یہاں درج کردی جائیں جن سے مدرسہ کی سرگرمیوں کے کچھ پہلو بھی سامنے آجائیں گے۔

۱-مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا آزاد کی مدرسہ رحمانیہ میں آمد اور اس موقع سے منعقد ہونے والے پروگرام کا نقشہ کھینچتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن رحمانی لکھتے ہیں:

''۱۹۲۷ء میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے اور مدرسہ کے وسیع ہال (دار التذکیر) میں دینی نظام تعلیم پر انتہائی معلومات افزا خطاب فرمایا، ان کی ساری تقریر یاد نہیں ہے، چند باتیں جو دماغ میں محفوظ رہ گئیں وہ عرض کی جاتی ہیں۔ مولانا محترم موصوف نے سب سے پہلے دینی تعلیم کی اہمیت کو بیان کیا، پھر درس نظامی کی تاریخ بیان کی اور اس کے محاسن ونقائص پر تبصرہ کیا۔ نقائص بیان کرتے ہوئے انہوں نے توجہ دلائی کہ اب موجودہ حالات میں منطق وفلسفہ کی کتابیں غیر ضروری ہیں، ان کا پڑھنا ضیاع وقت ہے، ساتھ ہی انہوں نے عربی ادب کا جائزہ لیا اور مقامات حریری پر سخت تنقید کی، انہوں نے فرمایا: اس کتاب میں دو بڑے نقص ہیں: ایک ظاہری اور دوسرا معنوی۔ ظاہری نقص تو یہ ہے کہ حریری صاحب مسجع ومقفی عبارت کے شیدائی ہیں، ان کی قافیہ بندی میں تکلف نظر آتا ہے، اس کو پڑھنے کے بعد طلبہ میں بھی یہی اسلوب نگارش رچ بس جاتا ہے اور معنوی حسن کے بجائے ظاہری قافیہ بندی اور فن بدیع کے محاسن کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ عربی عبارت اس طرح نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اس میں قافیہ بندی بھی ہو تو بغیر کسی تکلف کے روانی کے ساتھ آئے۔ اس کتاب کا معنوی نقص یہ ہے کہ اس سے طلبہ کی غلط تربیت ہوتی ہے۔ یہ مقامات کیا ہیں، ایک قسم کے افسانے ہیں، ان میں سے ایک افسانہ یہ ہے کہ ابوزید سروجی قبرستان پہنچتا ہے اور کاسۂ گدائی لے کر لوگوں سے خیرات مانگتا ہے۔ اس قسم کے افسانوں یا مقامات سے طلبہ کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ بہت سے خیراتی مولوی انہی افسانوں کی پیداوار ہوں۔ مولانا موصوف کی تقریر تقریباً دو گھنٹے کی تھی اور افسوس کہ قلم بند نہ ہوسکی اور نہ ہی اس زمانہ میں ٹیپ ریکارڈ کا رواج تھا۔ اسی طرح مولانا موصوف نے عربی کی دوسری کتاب نفحۃ الیمن پر تبصرہ کیا، اس کتاب میں اخلاقی تعلیم کا درس نہیں ملتا، بلکہ طالب علم کا رجحان پستیٔ اخلاق کی طرف ہوجاتا ہے۔

تقریر کے بعد مولانا کی چائے سے ضیافت کی گئی۔ اس موقع پر ان کی ملاقات ہمارے ایک ساتھی محمد عمر سے ہوئی جو پنجاب کا رہنے والا تھا اور کھدر پوش تھا، انہوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے، میں نے بھی قریب ہوکر مصافحہ کیا اور کچھ سوال وجواب ہوئے۔ مولانا موصوف نے بڑی محبت سے طلبہ سے گفتگو کی اور ان سے حالات دریافت کیے۔(۱)

۲-مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب اپنی تصنیف لطیف تحفۃ الاحوذی کی کتابت وطباعت کے سلسلے میں دہلی کا سفر کرتے رہتے تھے، ان ہی اسفار میں آپ کی آنکھ کا علاج وآپریشن بھی ہوا، دہلی میں مولانا کا قیام دارالحدیث رحمانیہ میں ہوا کرتا تھا، مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کے بیچ مولانا کی موجودگی غنیمت مانی جاتی اور ان کے علوم وتجربات سے استفادہ کی کوشش کی جاتی، مولانا عبدالغفار حسن رحمانی سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا موقع ملا

(۱) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۷۸-۷۹۔

ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا:

''ہاں، جب مولانا مبارکپوری اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لایا کرتے تو دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے کمرے سے متصل ایک خاص کمرے میں ٹھہرتے، ان ایام میں ہم ان سے استفادہ کرتے، انہوں نے باقاعدہ تو ہمیں نہیں پڑھایا لیکن وہ ہمیں سبق یاد کروایا کرتے تھے اور بعض اوقات خود بھی کوئی مسئلہ پیش کرتے اور پھر ہم سے اس کا جواب پوچھتے اور خوب مناقشہ کرتے اور پھر خود ہی ان مسائل کا جواب دیتے، اسی طرح ایک مرتبہ جب ہم جامع ترمذی پڑھا کرتے تھے، انہوں نے ہمارا ششماہی امتحان بھی لیا تھا اور ابھی تک مجھے ان کا ایک امتحانی سوال بھی یاد ہے، انہوں نے پوچھا، ایک حدیث میں آتا ہے: الإقعاء سنة نبيكم. اقعاء تمہارے نبی کی سنت ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں آتا ہے: ان النبي ﷺ نهى عن الإقعاء کہ نبی کریم ﷺ نے اقعاء سے منع فرمایا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں کس طرح تطبیق دی جائے گی؟

مولانا مبارکپوری اکثر حدیث کی سند اور متن کے حوالے سے سوال کیا کرتے تھے، جبکہ عام طور پر لوگ لغوی سوالوں پر زور دیتے ہیں، جب میں رحمانیہ میں آخری سال کا طالب علم تھا تو ناظم مدرسہ نے مدرسہ میں نمازوں کی امامت میرے سپرد کررکھی تھی، مجھے یاد ہے ایک مرتبہ میں نے جمعۃ المبارک کے روز فجر کی نماز میں سورہ السجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ الدھر مکمل نہ پڑھیں تو ایک لڑکے نے مولانا مبارکپوری کو جاکر بتایا کہ عبدالغفار نے آج سنت کی مخالفت کی ہے، چونکہ شیخ مبارکپوری کمزوری نظر کی وجہ سے اپنے کمرے میں ہی نماز پڑھتے تھے، انہوں نے مجھے بلاکر سرزنش کی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، اس لیے نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ فجر جمعہ میں ان دوسورتوں کی مکمل تلاوت کیا کرتے تھے، اس طرح مولانا عبدالرحمن مبارکپوری میرے درسی استاذ نہیں لیکن میرے مذاکرے کے استاذ ہیں، میں نے ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔(۱)

۳- شیخ شویل، قاضی مدینہ

اخبار محمدی دہلی کے ۱۹۳۳ء کے ایک شمارے میں دارالحدیث رحمانیہ سے متعلق خبروں میں ایک خبر اس طرح ہے:

''قاضی مدینہ طیبہ حضرت شیخ الشویل صاحب کو ۹؍نومبر ۱۹۳۳ء کو مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں ٹی پارٹی دی گئی، آپ نے مدرسہ کا معائنہ فرمایا، طلبہ کی عربی تقریریں سنیں، بے حد محظوظ ہوئے، پھر آپ نے وعظ وپند سے طلبہ اور حاضرین مجلس کو سرشار فرمایا اور مدرسہ کے متعلق اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا......''۔(۲)

قاضی صاحب کے ساتھ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ بھی تھے، انہوں نے بھی اس نشست میں اپنے

(۱) مجلّہ صراط مستقیم برمنگھم، جنوری ۱۹۹۹ء، ص:۱۵۔

(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍نومبر ۱۹۳۳ء ص:۱۳۔

تاثرات بیان فرمائے اور مدرسہ سے متعلق بے پناہ خوشی کا اظہار کیا، مولانا عبدالغفار حسن نے لکھا ہے کہ قاضی مدینہ کا ایک بیٹا دارالحدیث رحمانیہ میں اس وقت زیر تعلیم تھا۔(۱)

۴- جمال الدین پاشا الغزی، مندوب حکومت حجاز

۱۳۵۲ھ میں دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے، آپ کے سامنے طلبہ نے ارتجالاً عربی میں تقریریں کیں، جن سے آپ بہت محظوظ ہوئے، دوسرے روز آپ کو مدرسہ کی طرف سے ناشتے کی دعوت دی گئی۔ اس موقع پر آپ نے عربوں اور ترکوں کے باہمی روابط پر ایک پرمغز اور نشاط پرور تقریر فرمائی۔ اس مجلس میں بہت سے اکابر ملت شریک ہوئے۔ مثلاً مولانا محمد صاحب جوناگڑھی، ڈاکٹر ذاکر حسین وائس چانسلر جامعہ ملیہ دہلی، شیخ التفسیر خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی۔ یہ مجلس بڑی پرلطف اور شاندار رہی۔(۲)

۵- پروفیسر مولانا سید ابوطلحہ:

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دن اچانک مولانا سید ابوطلحہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کے گیٹ پر ہمارے شیخ عطاء الرحمٰن ناظم جامعہ ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اٹھ کر پروفیسر صاحب کا استقبال کیا اور ان کی طلب پر آپ کو درسگاہ میں جانے کی اجازت دی، پروفیسر صاحب درسگاہ کی جانب بڑھے، جس درسگاہ کی طرف جاتے اساتذہ وطلبہ ان کا خیر مقدم کرتے، آپ بڑے گورے چٹے، خوبصورت آدمی تھے، ترکی ٹوپی لگائے ہوئے عبا اور شیروانی میں ملبوس تھے، لڑکے ان کا استقبال کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے استاد کی درسگاہ میں آئے جہاں مولانا عبدالسلام صاحب درانی پڑھا رہے تھے، ہم لوگوں کا سبق شروع کرنے والے ہی تھے کہ پروفیسر صاحب کو اپنی طرف آتے دیکھا، فوراً استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، پروفیسر صاحب مولانا کے ساتھ درسگاہ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے، پھر مولانا سے عرض کیا کہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ درس دیں اور میں اس سے استفادہ کروں۔ یہ گھنٹی شرح مواقف کی تھی۔(۳)

۶- پروفیسر عبدالعزیز میمنی:

میمنی صاحب نے متعدد بار مدرسہ کی زیارت کی، آپ ہمیشہ طلبہ، اساتذہ ومنتظمین کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے اور انہیں اپنے تجربات کی روشنی میں مفید مشوروں سے نوازتے رہتے تھے، ۱۹۳۸ء میں مدرسہ کے سالانہ اختتامی اجلاس کے موقع پر آپ بھی شریک مجلس تھے، مدرسہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

(۱) ملاحظہ ہو: مولانا عبدالغفار حسن......ص:۷۷۔

(۲) ایضاً ص:۹۷۔

(۳) ماہنامہ محدث، بنارس: مئی ۱۹۹۹ء ص:۳۱-۳۲، وماہنامہ السراج، نیپال: خطیب الاسلام نمبر، مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۴۳۰-۴۳۳۔

''......۲؍اکتوبر(۱۹۳۸ء) کو یہ جلسہ مدرسہ کے عظیم الشان ہال میں ہوا، دہلی کے مولوی صاحبان، رؤسائے کرام، حنفی اہل حدیث سب موجود تھے، بعد از اختتام جلسہ سب نے یہیں طعام نوش فرمایا، اس جلسہ میں اب کی مرتبہ بحمد اللہ مولانا عبدالعزیز صاحب میمن پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی تشریف لائے تھے جس سے حجم بڑھ بھی گیا اور بارونق بھی ہوگیا، آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ ایک خطبہ ارشاد فرمایا...... جب آپ تقریر ختم کر چکے تو اردو داں پبلک کی تسلی کے لیے پھر آپ نے اردو میں بھی تقریر فرمائی، ساتھ ہی عرب عبداللہ بن محمد نجدی صاحب نے بھی ایک نہایت معرکۃ الآراء خطبہ پڑھا جس میں اتحاد و اتفاق وغیرہ جیسے مضامین پر بہت کچھ روشنی ڈالی، آخر میں مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے مہتمم صاحب کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور جلسے کو ختم کیا''۔(۱)

ایک مصری شیخ کی مدرسہ میں آمد سے متعلق واقعہ:

مولانا عبدالوہاب حجازی، حفظہ اللہ، نے (محدث شیخ الحدیث نمبر) میں ایک عبرت آموز واقعہ بیان کیا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالبرکات جھنڈانگری نے مجھ سے بیان کیا کہ مدرسہ رحمانیہ کی زیارت کے لیے از ہر کے شیخ تشریف لائے، شیخ الحدیث (علامہ عبیداللہ رحمانی) اس وقت بخاری کا درس دے رہے تھے، شیخ عطاء الرحمٰن صاحب (مہتمم مدرسہ) نے چاہا کہ اسی کمرہ میں شیخ از ہر کا استقبال کیا جائے، لیکن شیخ الحدیث نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ اگر چہ علمی حیثیت سے بہت اونچے ہیں لیکن چونکہ ترک سنت کرتے ہیں (وہ داڑھی نہیں رکھے ہوئے تھے اور پینٹ پہنے ہوئے تھے) اس لیے درس بخاری کے کمرے میں ان کا استقبال نہیں کیا جاسکتا، تو ان کا استقبال مدرسہ کے ہال کمرہ ''دارالتذکیر'' میں کیا گیا''۔(۲)

زائرین سے متعلق مذکورہ بالا نقول و بیانات پر اکتفا کرتے ہوئے اب ان میں سے بعض کے تاثرات اور تحریری بیانات کو درج کیا جارہا ہے جنہیں ان حضرات نے مدرسہ کے معائنہ رجسٹر میں یا کسی اور مقام پر تحریر فرمایا ہے۔ یہ تاثرات اردو میں بھی ہیں، عربی میں بھی، نثر میں بھی ہیں نظم میں بھی۔ ہر ایک سے چند نمونے ذکر کیے جاتے ہیں:

(جاری)

☆☆☆

---

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴-۱۵۔

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس: شیخ الحدیث نمبر، جنوری فروری ۱۹۹۷ء، ص: ۱۹۸۔

وراثت میں بیٹیوں کی حق تلفی کا بڑھتا رجحان

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری سلفی
بھوارہ، مدھوبنی، بہار

مذہب اسلام اپنے فکر وعمل اور حقیقت وشہادت ہر اعتبار سے ایک کامل ومعتدل اور مبنی بر عدل مذہب ہے، اس کی ایک روشن دلیل، مختلف دلائل میں، وہ ہے جو وراثت میں عورتوں کے تعلق سے ہے، دنیا کے کسی مذہب وشریعت میں کبھی بھی اس وضاحت وتاکید سے خواتین کے ساتھ منجملہ دیگر احسان وعدل کے اس معاملہ یعنی حق وراثت میں فکر وعمل اور شہادت نہیں ہے، ہم ان چند سطور میں خواتین کے حق وراثت کے بیان ووضاحت سے قطع نظر بیٹیوں کے تعلق سے حق میراث کی تقسیم میں آج عام مسلمانوں کی آخری حد تک مجرمانہ حرکت اور فکر وعمل پر وضاحت چاہیں گے اور دنیا وآخرت میں اس کے مضرات کا بیان بھی۔

خواتین کی پہلی حیثیت بیٹی یا بہن کی ہوتی ہے، پھر وہ بیوی بنتی ہے اور اس کے بعد ماں بنتی ہے، بیوی اور ماں ہر دو کے تعلق سے قرآن میں ان کے حق میراث کی وضاحت موجود ہے، سورہ نساء کی آیات ۱۱ سے ۱۲ تک کا ترجمہ اور تفسیر میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے اولاد چھوڑی ہے تو اس صورت میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر شوہر نے اولاد نہیں چھوڑی ہے تو اس صورت میں متروکہ جائیداد میں سے اسے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اس طرح اگر مرد یا عورت میت اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جائے تو ایسی صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہیں چھوڑی ہے تو اس صورت میں ماں کو تیسرا حصہ ملے گا، لیکن اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، پھر یہاں بین السطور میں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ عام مسلم معاشرہ میں عموماً بیوی اور کبھی کبھی ماں کو بلاشبہ حق میراث میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور مل جاتا ہے، مگر بیٹی کے تعلق سے ایک عام مہلک وبائی مرض کی سی ذہنیت ہے کہ بیٹی کی شادی بیاہ پر اہل خانہ جو رقم خرچ کرتے ہیں وہ اس میں شامل کرا سے حق میراث سے محروم کرنا چاہتے ہیں، یا پھر یہ بھی کہ بیٹی تو اب پرایا گھر کی ہوگئی ہے، اسے حق میراث کیوں دیا جائے وغیرہ وغیرہ اور بلاشبہ آج یہ مرض عام ہوتا جارہا ہے۔

سب سے پہلے قرآن کے حوالے سے وضاحت کہ اللہ نے بیٹی کے حق میراث کے تعلق سے کیا فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے: (يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ) (۴/۱۱) اللہ رب العزت تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ میت کی اولاد میں سے اگر ایک سے زائد بیٹا اور بیٹی ہوں تو اس صورت میں بیٹی کو بیٹے کے مقابلے میں آدھا حصہ ملے گا، اور اگر بیٹی صرف ایک ہی چھوڑی ہے تو اس کو جائیداد میں سے نصف حصہ ملے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ربیع جنگ احد میں شہید ہوگئے اور ان کی دولڑکیاں تھیں مگر سعد کے مال پر ان کے ایک بھائی نے قبضہ کرلیا تو نبی ﷺ نے ان دونوں لڑکیوں کو ان کے چچا سے دوثلث مال دلوایا۔ یہاں مختصراً اس کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کے حصے کو اگر اسلام نے نصف حصہ مقرر کیا ہے تو اس میں کہیں ظلم اور ناانصافی نہیں ہے، جیسا کہ کچھ لوگوں کو اعتراض ہے، اگر حقیقت حال کے پس منظر اور پیش منظر پر ٹھنڈے دل سے کوئی غور کرے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں پر ذمہ داری زیادہ ہے، عورت شوہر سے حق مہر بھی حاصل کرتی ہے، والدین کے علاوہ شوہر اور اولاد سب کے متروکہ جائیداد میں اس کا حق میراث بنتا ہے اور خرچ یا ذمہ داری کے نام پر اسلام نے اسے کہیں سے کوئی بار نہیں ڈالا ہے، جبکہ مردوں کے اوپر بیوی سمیت اولاد اور دوسرے ماتحتوں کی مختلف ذمہ داریاں ہیں، اس مجموعی صورت حال کی تفصیل ووضاحت پر غور وفکر کریں تو اس حقیقت کی صداقت کا علم ہوجائے گا۔ علی کل حال بیٹیوں کا حق میراث ثابت ہے۔ اس حق کو ادا کرنے والا اللہ کی اطاعت کا ثبوت فراہم کر فائز المرام ہوتا ہے جبکہ بیٹیوں کو ان کے حق میراث سے محروم کرنے والا اللہ کے غیض وغضب اور جہنم کا مستحق ہوتا ہے اور یہ قرآن کا اعلان ہے، جیسا کہ سورہ نساء میں میراث کی تقسیم کے بیان کے آخر میں اللہ فرماتا ہے کہ یہ جو اللہ نے میراث کی تقسیم کے اصول بتائے، یہ اللہ کے حدود ہیں، ان اصول وحدود کو جو عمل میں لائے گا مانو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور جو ان کی اطاعت کرے گا وہ ایسی جنت میں داخل ہوگا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا (مثلاً بیٹی کو حق میراث سے محروم کرے گا یا ضرر ہی پہنچائے گا) اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے ہمیشہ رہنے والی جہنم کی آگ میں داخل کرے گا اور اس کے لیے رسواکن عذاب ہوگا۔ (النساء:۱۴، آیت کا مفہوم) یہ آیت ان لوگوں کے لیے جو بیٹی کو حق میراث سے محروم کرتے یا ضرر پہنچاتے ہیں ان کی اصلاح کے لیے کافی ہے اور اگر اللہ اور آخرت پر کچھ بھی یقین ہے تو بلاشبہ اس جرم عظیم سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرے گا۔

بیٹیوں کے حق میراث میں جو لوگ (جن کی تعداد آج کم ہے) ان کا حق حصہ دیتے بھی ہیں اکثر ان میں وہ لوگ ہیں جو انہیں کسی نہ کسی طرح سے ضرر پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مثلاً غیر منقولہ جائداد میں قیمتی حصے نہ دے کر معمولی حصے لینے پر مجبور کیا جاتا ہے، جو کچھ دیا بھی جاتا ہے اس میں تھوڑے تھوڑے حصے میں دیا جاتا ہے، غیر منقولہ جائداد کو ان کے حوالے نہ کرکے اونے پونے دام لیکر اپنے ہی ہاتھوں فروخت کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ اور اس طرح کی مختلف شکلوں میں بیٹیوں کو ضرر اور نقصان پہنچایا جاتا ہے، اور یہ بھی اس وعید کے تحت داخل ہے جس کا بیان سورہ نساء کی آیت ۱۴ میں ہوا ہے، اسی پر بس نہیں نبی ﷺ کا ایک جامع فرمان ہے کہ نہ تو کسی کو کسی معاملے میں نقصان پہنچانا ہے اور نہ نقصان ہونے دینا ہے، کتاب الکبائر میں علامہ ذہبی نے کہا اسے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے، یوں حق میراث میں کسی کا بھی اپنی بیٹی یا بہن یا پھر

کسی اور وارث کے ساتھ نقصان پہنچانا بلاشبہ کبیرہ گناہ ہے، اور ایسا کبیرہ گناہ بھی نہیں جو حقوق اللہ سے متعلق ہو کہ اللہ سے توبہ واستغفار کے بعد اسے معافی مل جائے گی یہ تو سراپا حقوق العباد سے متعلق ہے جو کبھی بھی اللہ معاف نہیں کرے گا جب تک کہ خود حقدار نہ معاف کردے، پھر اس حق تلفی کی جو سزا قیامت میں ہے وہ صحیح حدیث کے مطابق یہ ہے کہ اللہ اس حق تلفی کے عوض میں حق تلفی کرنے والے کی نیکیاں چھین کر اس مظلوم کو دے دے گا اور اگر خدانخواستہ تب بھی حق ادا نہ ہوا تو مظلوم کے گناہوں کے بوجھ کو اس کے سر پر لاد دیا جائے گا اور پھر وہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔

اس تعلق سے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرد یا عورت ساٹھ سال کی عمر تک اللہ کی اطاعت کرتا ہے پھر ان کو موت آتی ہے اور موت کے قریب آتے ہی وصیت و وراثت میں کسی وارث کو نقصان پہنچا جاتے ہیں تو ان کے لیے جہنم واجب ہے۔(ابوداود عن ابی ھریرۃ)

یہ حدیث ان لوگوں کے لیے بھی تازیانہ ہے جو میت سے اپنی قربت اور رعب یا فریب کے ذریعہ ان کی جائیداد حاصل کر لیتے ہیں اور دوسرے ورثاء کو محروم کر دیتے یا ضرر پہنچاتے ہیں۔ الغرض بیٹیوں کے تعلق سے میراث میں ان کے حقوق کی ادائیگی کے تعلق سے جو حال ہے وہ آج مسلم سماج میں ایک وبا کی شکل بن چکی ہے، اس کے نقصانات آخرت کے سوا اس دنیا میں بھی آپسی ناچاقی اور بغض وعداوت کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس تعلق سے چشم بینا میں ایسے ایسے دلدوز، عبرتناک اور خوفناک واقعات وحادثات موجود ہیں کہ جن کے بیان کے لیے صفحات درکار ہیں۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دین کی راہ پر لوٹنے کی توفیق نصیب کرے، آمین۔

☆☆☆

مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ، بہار میں داخلہ کے لیے درخواست ۲/جون تک

جامعہ سلفیہ بنارس سے ملحق ادارہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ میں جولائی ۲۰۱۲ء سے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگا۔ شعبۂ حفظ اور عربی درجات اولی متوسطہ سے ثالثہ کلیہ میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ اپنی درخواستیں ۲/جون تک ذیل کے پتہ پر ارسال کرکے طعام وقیام، داخلہ کی منظوری اور داخلہ فارم حاصل کرلیں۔

پتہ: محمد انور علی آروی

مساعد ناظم مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ

ضلع بھوجپور، بہار-۸۰۲۳۰۱

موبائل: ۰۹۹۳۴۲۴۷۵۷۵

سکھ مت

مولانا محمد مستقیم سلفی

سکھ کے لغوی معنیٰ متعلم اور تلمیذ کے ہیں، اس مذہب کا بانی بابا گرونانک ہے، سکھ مت یہ کوئی زیادہ قدیم مذہب نہیں بلکہ اس کا شمار دنیا کے جدید ترین مذاہب میں ہوتا ہے، کیونکہ اس کا نقطۂ آغاز سولہویں صدی عیسوی ہے، اور اس کا اصل ماخذ ''ہندومت'' ہے، تاہم سکھ مت کی کوشش ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے عناصر سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے عناصر کو بھی اپنے اندر جذب کرے۔(الدیانات الوضعیۃ، تقابل ادیان)

گرونانک کی مختصر حالات زندگی:

بابا گرونانک کی پیدائش ۱۵/اپریل ۱۴۶۹ء کو پنجاب (پاکستان) کے ایک گاؤں تلونڈی میں ہوئی جس کا موجودہ نام ''ننکانہ صاحب'' ہے، جو لاہور سے تقریباً پچاس میل جنوب مغرب میں ''شیخو پورہ'' کے علاقہ میں واقع ہے، خاندان کے اعتبار سے وہ کھشتری (چھتری) تھے، اور ان کے والد کا نام ''کلیان چند'' عرف کالو تھا، جو اپنے زمانے کے لحاظ سے اوسط درجے کے تعلیم یافتہ تھے، مقامی مسلم زمیندار ''رائے بلار'' کے سرکار میں منیم کے عہدے پر مامور تھے۔ پنجاب کا اکثر شہر اس زمانے میں اولیاء اور فقراء کے مسکن تھے، ان لوگوں کی سیرت، زہد وتقویٰ اور اطاعت الٰہی زبان زد خاص وعام تھی، نانک نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں، جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے مولانا قطب الدین سے فارسی، اردو اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی اور ہندی اور سنسکرت کی بھی تعلیم حاصل کی، اور سادھو سنتوں اور صوفیوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے رہے، اور مذہب کی توہم پرستی اور ذات پات کی چھوا چھوت اور اخلاقی گراوٹوں کو دیکھ کر ان کا دل ہندو دھرم سے اچاٹ ہو گیا، اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ گرونانک صاحب کا مذہبی رجحانات روز بروز نمایاں ہوتا جارہا تھا، جو ان کے والد ''کلیان چند عرف کالو'' کے لیے سخت تشویش کا باعث تھا، ان کے دنیوی مستقبل کے بارے میں بہت فکر مند تھے، باوجود اپنے والد کے انتہائی کوشش کے گرونانک صاحب دنیوی اعتبار سے کسی منفعت بخش کاروبار میں قدم جمانے سے احتراز کرتے تھے، آخر مجبور ہو کر گرونانک کے والد صاحب نے آپ کو ان کے بہنوئی ''جے رام'' کے پاس شہر سلطان پور بھیج دیا، جہاں پر جے رام نواب دولت خاں لودھی کی سرکار میں ملازم تھے، تعلیم یافتہ ہونے کی بنیاد پر گرونانک صاحب کو بھی نواب صاحب کی انتظامیہ میں جگہ مل گئی اور ان کو سرکاری گودام کا نگراں مقرر کر دیا گیا۔

اس وقت گرونانک صاحب کی عمر ۱۸، ۱۹/سال سے زیادہ نہیں تھی، یہیں سلطان پور کے دوران قیام ان کی بہن ''نانکی'' اور بہنوئی ''جے رام'' کی کوشش سے گرونانک صاحب کی شادی ایک کھشتری خاندان میں ''سلکھنی'' نام کی خاتون سے ہوگئی جس سے ان کے دو بچے بھی پیدا ہوئے، ایک شری چند، دوسرا لکشمی داس۔

دوران ملازمت سلطان پور جس کی مدت ۸، ۹/سال ہے، گرونانک نے اپنی روحانی ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کر لیا، چونکہ نانک صاحب بہت حساس طبیعت کے مالک تھے اور شعر کہنے پر قدرت رکھتے تھے، اس لیے وہ اپنی روحانی کیفیت کے دوران خدائے واحد کی حمد وثنا اور عشق حقیقی میں ڈوبے ہوئے اشعار مرتب کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ اندھیرے منہ اٹھ کر اپنے بچپن کے ساتھی

''مردانہ'' کے ساتھ (جو ذات کا ''مراثی'' تھا اور بعض مورخین نے مسلمان لکھا ہے، جو رباب بہت اچھا بجاتا تھا) شہر کے باہر ''بین'' ندی کے کنارے پہنچ کر ندی میں غسل کرتے اور وہیں ندی کے کنارے بیٹھ جاتے اور دن چڑھے تک اللہ تعالی کی حمد وثنا اپنے اشعار میں کرتن کی شکل میں پڑھتے اور آپ کا ساتھی ''مردانہ'' رباب کی موسیقی سے ان کا ساتھ دیتا، آہستہ آہستہ آپ کی محفل میں لوگ جمع ہونے لگے اور عقیدت مندوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی، ایک مدت تک گرونانک کا یہ مشغلہ چلتا رہا، ایک دن ان کی زندگی کا وہ سب سے اہم واقعہ پیش آیا جس نے ان کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن صبح کو گرونانک اپنے معمول کے مطابق بین ندی میں غسل کرنے کے لیے اترے تو وہ غوطہ لگانے کے بعد باہر نہیں نکلے، ان کے کپڑے ندی کے کنارے پائے گئے اور تمام لوگوں کو یقین ہوگیا کہ وہ ندی میں ڈوب گئے، نواب دولت خاں جو گرونانک کو بہت عزیز رکھتا تھا، غوطہ خوروں اور جال ڈالنے والوں کے ذریعہ انتہائی کوشش کی کہ آپ کی نعش ہی دستیاب ہوجائے مگر گرونانک کا کچھ پتہ نہ چلا، ندی میں غائب ہونے کے تین دن بعد گرونانک صاحب دوبارہ ظاہر ہوئے، لوگوں کے انتہائی حیرت واستفسارات کا جواب اس کلمہ سے دیا کہ "لا هندوس ولا مسلمان"یعنی نہ کوئی ہندو نہ کوئی مسلمان۔

سکھ روایت کے مطابق اس دوران گرونانک صاحب اللہ تعالی کے حضور میں تھے جہاں انہیں براہ راست اللہ تعالی کی جانب سے عشق الہی کا جام عطا ہوا، اور ذکر الہی کی اشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

صاحب ''الدیانات الوضعیۃ'' لکھتے ہیں کہ "قدم الله في أثناء هذا اللقاء إلى ناناك كوبا من الماء وخاطبه قائلا: "أنا معك لقد جعلتك سعيدا، وسامنح السعادة كل من يتبعك، اذهب وبشر باسمي، ودع الآخرين يقلدونك، اياك ان تلوث تفسك بالعالم، بل مارس الصلوة وفعل الخير والتأمل، لقد قدمت اليك هذه الكأس لعطفي عليك، حينئذ تلفظ ناناك بصلاة، أصبحت، فيما بعد الدعاء الصباحي للسيخ قال فيها:

"هناك اله واحد، اسمه الحق والخالق، وهو أزلي وغير مولود وموجود بذاته وعظيم ورحيم وسوف يبقى الى الأبد"۔

(یعنی گرونانک اپنے غائب ہونے کے ایام میں اللہ تعالی سے ملاقات کی اور اللہ تعالی نے گرونانک کو ایک پیالہ پانی پیش کرکے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ہم نے تم کو نیک بخت بنایا اور ان تمام لوگوں کو نیک بخت بناؤں گا جو تمہاری اتباع کریں گے، تو جا اور لوگوں کو میرے نام کی خوشخبری دے اور دوسروں سے بے نیازی اختیار کر، لوگ تیری اتباع کریں گے، تو اپنے آپ کو دنیا میں ملوث ہونے سے بچا اور دعاء ثنا اور اچھے کام کرنے پر ہیشگی کر اور (کائنات کے اندر) غور وفکر کر، یہ جام اپنی مہربانی سے میں نے تم کو عطا کیا ہے، اس وقت نانک نے اپنی زبان سے کچھ ایسے دعائیہ کلمات ادا کئے جو بعد میں تمام سکھوں کے لیے بوقت صبح پڑھنا واجب ہوگیا ہے، نانک جی نے اس دعا میں کہا کہ یہاں ایک ہی معبود ہے، اس کا نام حق اور خالق ہے، وہ ازلی ہے، وہ کسی سے جنا نہیں گیا، وہ موجود بالذات ہے، عظیم ہے رحیم ہے، ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا ہے۔

اس واقعہ کے بعد گرونانک صاحب کی زندگی میں انقلاب آگیا، تمام ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوکر یاد الہی میں ہمہ تن مشغول ہوگئے، ان پر سب سے پہلے ان کا ساتھی ''مردانہ'' ایمان لایا، کچھ عرصہ بعد انہوں نے اعزہ واقرباء کو چھوڑ کر رخصت ہونے کا

ارادہ کیا تا کہ اللہ کا عطا کردہ پیغام لوگوں تک پہنچائیں، متعلقین نے ان کو روکنے پر اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا:

ہوں ڈھاڈھی وے کارکارے لایا رات دہے کے دار دھر ہو فرمایا

یعنی میں ایک بے کار گویا تھا مجھے (مالک نے) کام سے لگالیا ہے، شروع ہی سے اس نے مجھے دن رات اپنی حمد وثنا کا حکم دیتا ہے۔

ڈھاڈھی سچے محل کھم سے بلایا سچی صفت صلاح کپڑا پایا

مالک نے گویے کو اپنے سچے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا، جہاں اس نے تعریف و سچی عزت کا خلعت پایا۔

سچا امرت نام بھوجنوں آیا گُرمت کھادا رُج تن سکھ پایا

اس وقت سے اسم حق (کا ورد) اس کی خوارک بن گیا، جو بھی اس خوراک کو کھائے گا وہ مکمل مسرت سے بہرہ یاب ہوگا۔

ڈھاڈی کرے پساؤ شبدوَ جایا نانک سچی صلاح پورا پایا

خدا کی حمد وثنا کر کے میں اس کی تعریفوں کو عام کررہا ہوں، نانک خدا کی سچی تعریفیں بیان کر کے اس کو مکمل طور پر پالیا ہے۔

(گروگرنتھ صاحب: ۱۵۰)

اس وقت سے گرونانک صاحب کا سیاحت کا دور شروع ہوتا ہے، جو تین وقفوں کے ساتھ ۲۵/سال پر محیط ہے، پہلے سفر (سکھ اصلاح، اُداسی) میں جو ۱۴۹۷ھ سے لے کر بارہ سال تک جاری رہا، وہ مشرقی ہندوستان میں بنگال اور آسام تک اور واپسی میں اڑیسہ اور وسط ہند ہوتے ہوئے راجستھان تک کے تمام مشہور ہندو مذہبی مقامات پر گئے اور اپنے مسلک کی تبلیغ کی، اس سفر سے ۱۵۰۵ء میں واپسی پر انہوں نے کچھ عرصہ کے لیے اعزہ واقرباء کے ساتھ قیام کیا اور پھر ۱۵۱۰ء کے قریب دوسرے سفر پر جنوب کی طرف روانہ ہوگئے، اس سفر میں وہ سری لنکا تک گئے، اور اس سفر سے وہ ۱۵۱۵ء میں واپس ہوئے، آپ کا تیسرا سفر شمال کی جانب تھا جو انہیں پہاڑی ریاستوں اور کشمیر ہوتے ہوئے تبت تک لے گیا، آپ کا یہ سفر ۱۵۱۷ء تک جاری رہا، اس کے بعد گھر واپس آگئے پھر چوتھا سفر شروع ہوا، اس سفر میں گرونانک صاحب سعودی عرب، عراق، ایران کے تمام مقدس مقامات کی زیارت کی اور مختلف مذاہب کے لوگوں سے ملے، جہاں سے انہیں کوئی اچھی بات ملی، اس کو انہوں نے اپنالیا، ان کی یہ سب باتیں ایک کتاب میں جس کو ''گروگرنتھ صاحب'' کہتے ہیں اکٹھا کی گئی ہیں، یہ سکھوں کی مذہبی کتاب ہے جس کو پانچویں گرو ارجن سنگھ نے مرتب کیا ہے۔ (الدیانۃ الوضعیۃ، دنیا کے بڑے مذاہب عالم اور اسلام)

چوتھے سفر سے واپس آنے کے بعد گرونانک نے اپنی سیاحت کا دور ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے آباد کردہ گاؤں ''کرتارپور'' میں اپنا مستقل وطن بنالیا، کھیتی باڑی بھی کرتے اور روزانہ صبح وشام کرتن کی محفل بھی جمتی۔

انتقال:

گرونانک کا انتقال ستر سال کی عمر میں ۱۵۳۹ء میں ہوا، اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اپنے ایک مرید ''لہنا'' کو فنا فی الشیخ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز پاکر ''انگد'' (اپنی ذات کا جز) کا خطاب دیا اور اس کو گرو کے منصب سے نوازا، سکھ عقیدہ کے مطابق گرونانک صاحب نے اس نوجوان کے اندر جلوہ گر تھا انگد کے اندر منتقل کردیا، اس کو گرو کے مقام پر بیٹھا دیا، اور خود مرید کی حیثیت سے نذرانہ پیش کیا، گرو انگد کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے بیس دن بعد گرونانک کا انتقال ہوا۔ (دنیا کے بڑے مذاہب)

(جاری)

☆☆☆

آپ ﷺ کی شفقت ورحمت

(۲)

محمد اسلم مبارکپوری

پھر آپ ﷺ نے اس سریہ کو جس نے ابوالعاص بن الربیع کا مال لے لیا تھا، یہ پیغام بھیجا کہ ''یہ آدمی جس کا مال آپ حضرات نے لے لیا ہے، دراصل وہ ہم میں سے ہے، اگر آپ لوگ ان کا مال واپس دے دیں، اور ان پر احسان کردیں تو ہمیں یہ بہت پسند ہے، اور اگر ان کا مال واپس کرنے سے انکار کرتے ہو تو جان لو کہ یہ مال جو تمہیں نصیب ہوا ہے، وہ مال فئی ہے، جو اللہ تعالی نے آپ لوگوں کو عطا کیا ہے، اور آپ لوگ اس مال کے زیادہ حقدار ہیں۔

سریہ والوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم انہیں پورا پورا مال واپس کردیں گے، چنانچہ ابوالعاص بن الربیع کا پورا مال واپس کیا گیا، اس میں سے کچھ بھی غائب نہیں ہوا تھا۔

ابوالعاص بن الربیع پورا مال لے کر سوئے مکہ روانہ ہوئے، اور جن کا مال تھا، انہیں سپرد کرتے ہوئے کہا: اے قریش کی جماعت! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ رہ گیا ہے، جس کو میں نے ادا نہیں کیا ہے؟ جماعت قریش نے کہا: نہیں، تم نے سب کا مال ان کے حوالے کردیا ہے، اللہ تعالی اس پر تم کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، ہم لوگوں نے تمہیں ایفائے عہد کا پاسدار، وفا شعار اور کریم النفس پایا ہے، جب قریش کی طرف سے تمام ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی شہادت دے دی گئی تو ابوالعاص بن الربیع نے بہانگ دہل اعلان کیا: "أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس پورے واقعہ میں نبی کریم ﷺ کے اعلی اخلاق وکردار کی ایک ہلکی جھلک ہے، آپ ﷺ نے ابوالعاص بن الربیع کے ساتھ شفقت ومحبت بھرا برتاؤ کیا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔(۱)

۳- یہودی غلام کے ساتھ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت:

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی سب سے عمدہ مثال وہ ہے جو آپ ﷺ نے اس یہودی غلام کے لیے پیش کی ہے، آپ نے اسے از راہ شفقت ومحبت اسلام کی دعوت دی اور اسے کفر پر مرنے سے بچالیا، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دن وہ بیمار ہوگیا، آپ ﷺ اس کی عیادت کرنے کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے، اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر گویا ہوئے "أسلم" اسلام قبول کرلو، اس نے باپ کی طرف دیکھا، وہ وہیں موجود تھا، اس نے کہا کہ (کیا حرج ہے) ابوالقاسم (یہ نبی ﷺ کی کنیت ہے) ﷺ جو کہہ رہے ہیں اسے مان لے، چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا، جب آپ ﷺ باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: "الحمد لله الذي أنقذه من النار" شکر ہے اللہ پاک کا، جس نے اس بچہ کو جہنم سے بچالیا۔(۲)

(۱) سیرت ابن ہشام (۲۰۹/۳-۲۱۰) (۲) بخاری (۱۳۵۶)

حضرت مولانا داود راز رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ از راہ ہمدردی مسلمان اور غیر مسلمان سب کے ساتھ محبت کا برتاؤ فرماتے، جب بھی کوئی بیمار ہوتا اس کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے ۔(۱)

۴-قریش کے ساتھ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت:

آپ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی قوم قریش اسلام سے سرفراز ہوجائے، آپ کی اس شدید خواہش کے باوجود آپ کی قوم اسلام نہ لے آئی، کیونکہ آپ ﷺ حاکم ونگراں یا داروغہ کی حیثیت سے نہیں بھیجے گئے تھے، اور نہ ہی آپ جسے چاہتے ہدایت دے سکتے تھے۔ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾۔

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالی جسے چاہے، ہدایت دیتا ہے۔

لیکن یہ چیز آپ ﷺ کو کھائے جارہی تھی کہ آپ کی قوم اسلام نہ لائی تو کفر پر مرنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے نار جہنم کا ایندھن ہوگی، اور ہمیشہ کے لیے جلے گی ۔ یہی فکر آپ کو ہمیشہ دامن گیر رہتی تھی۔ اس وقت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ آیت بھی نازل ہوچکی تھی جس میں آپ کو اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کو عذاب الہی سے ڈرانے کا حکم بھی تھا۔ آپ بہت پریشان، حیران ومضطرب تھے کہ اسی اثناء میں آپ کی رحمت ورأفت موجزن ہوئی۔(۲) اور آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ کے نزول کے بعد آپ نے اپنی قوم کو جمع کیا، اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا، ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی، کل پینتالیس آدمی تھے، لیکن ابولہب نے بات لپک لی، اور بولا: ''دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں، بات کرو، لیکن نادانی چھوڑ و اور سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا، اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ تمہیں پکڑ لوں، پس تمہارے لیے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی امداد کریں، پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شر اور تباہی کا باعث ہوگا۔ اسی پر نبی ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی، اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی۔

اس کے بعد آپ نے انہیں دوبارہ جمع کیا، اور ارشاد فرمایا: ''ساری حمد اللہ کے لیے ہے، میں اس کی حمد کرتا ہوں، اور اس سے مدد چاہتا ہوں، اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں''، پھر آپ نے فرمایا: ''رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خصوصا، اور لوگوں کی طرف عموما اللہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم، تم لوگ

(۱) ترجمہ صحیح بخاری (۴۰۰/۲)

(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾ کی تفسیر "ألن جانبك" سے کی ہے، یعنی اپنے بازو نرم رکھئے، اپنے خاندان اور قرابت داروں کو ڈراتے رہو اور جو آپ کی راہ پر چلے تو آپ اس کے ساتھ شفقت اور عاجزی سے پیش آؤ۔

اس طرح موت سے دوچار ہوگے جیسے سوجاتے ہو، اور اسی طرح اٹھائے جاؤگے جیسے سوکر جاگتے ہو، پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا، اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم"۔

اس پر ابوطالب نے کہا: (نہ پوچھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے! تمہاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے! اور ہم تمہاری بات کس قدر سچی مانتے ہیں، اور یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں، فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں، لہذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے، اسے انجام دو۔ اللہ کی قسم! میں تمہاری مسلسل حفاظت واعانت کرتا رہوں گا، البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ برائی ہے، اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو، اس پر ابوطالب نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک جان میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔(۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لما نزلت هذه الآية: ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾ (الشعراء: ٢١٤) صعد النبي ﷺ على الصفا، فجعل ينادي: "يا بني فهر، يا بني عدي! لبطون قريش حتى اجتمعوا، فجعل الرجل إذا لم يستطع أن يخرج أرسل رسولا، لينظر ما هو، فجاء أبولهب وقريش، فقال: أرأيتكم لو أخبرتكم أن خيلا بالوادي تريد أن تغير عليكم أكنتم مصدقي؟ قالوا: نعم، ما جربنا عليك إلا صدقا.

قال: فإني نذير لكم بين يديّ عذاب شديد، فقال أبو لهب: تبا لك سائر اليوم أ لهذا جمعتنا، فنزلت: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾ (المسد: ١-٢) (٢)

جب آیت کریمہ ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بطون قریش کو آواز لگانی شروع کی، اے بنی فہر، اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھا ہوگئے حتی کہ اگر کوئی آدمی خود نہ جاسکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھئے معاملہ کیا ہے؟ غرض قریش آگئے، ابولہب بھی آگیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟

لوگوں نے کہا: ہاں، ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے، آپ نے فرمایا: اچھا، تو میں تمہیں ایک سخت ترین عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں، اس پر ابولہب نے کہا: تو سارے دن غارت ہو، تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا، اس پر سورہ تبت يدا أبي لهب نازل ہوئی، ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود بھی غارت ہو۔

اس واقعے کا ایک اور ٹکڑا امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: جب آیت

(۱) الکامل فی التاریخ لابن کثیر (۶۱/۲) بروایت جعفر بن عبداللہ بن ابی الحکم، محمد الغزالی نے فقہ السیرۃ (ص۱۰۲-۱۰۳) میں کہا ہے: ألم أجد في الرواة هذا الراوي، وإنما فيهم جعفر بن عبد الله بن الحكم، وهو أنصاري، دوسي، تابعي، صغير، يروى عن أنس والتابعين، فإذا كان هذا هو فإسناد ضعيف مرسل، انتهى. وانظر ترجمته في تهذيب الكمال (٥/ ٦٤-٦٥)

(۲) صحیح بخاری (۴۴۷۰)، مسلم، حدیث نمبر (۲۰۸)

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پکار لگائی، یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی، آپ نے کہا: اے جماعت قریش! اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ، اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے محمد کی بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچا، کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ (کی گرفت) سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا، البتہ تم لوگوں سے نسب وقرابت کے تعلقات ہیں، جنہیں میں باقی اور تروتازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ (۱)

آپ ﷺ کے حسن کردار اور اعلی اخلاق کا ایک اور نمونہ درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے: عروہ بن زبیر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! هل أتى عليك يوم أشد من يوم أحد؟

فقال: لقد لقيت من قومك، وكان أشد ما لقيت منهم يوم العقبة، إذ عرضت نفسي على عبد ياليل بن عبد كلال، فلم يجبني إلى ما أردت، فانطلقت وأنا مهموم على وجهي فلم أستفق إلا بقرن الثعالب، فرفعت رأسي، فإذا أنا بسحابة قد أظلتني، فنظرت فإذا فيها جبريل، فناداني، فقال: إن الله عز وجل قد سمع قول قومك لك، وما ردوا عليك، وقد بعث إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم، قال: فناداني ملك الجبال وسَلَّم عليّ، ثم قال:

يا محمد! إن الله قد سمع قول قومك لك، وأنا ملك الجبال، وقد بعثني ربك إليك لتأمرني بأمرك، فما شئت، إن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين، فقال له رسول الله ﷺ: "بل أرجو أن يخرج من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا .. الحديث. (۲)

کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سنگین رہا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سب سے سنگین مصیبت وہ تھی جس سے میں گھاٹی کے دن دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا، مگر اس نے میری بات منظور نہ کی تو میں غم والم سے نڈھال اپنے رخ پر چل پڑا، اور مجھے قرن ثعالب پہنچ کر ہی افاقہ ہوا، وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے بغور دیکھا تو اس میں جبرئیل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ ﷺ کی قوم نے آپ سے جو بات کہی، اللہ نے اسے سن لیا ہے، اب اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ آپ ﷺ ان کے بارے میں اسے جو حکم چاہیں دیں، اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد (ﷺ) بات یہی ہے، اب آپ جو چاہیں...... اگر چاہیں کہ میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں- تو ایسا ہی ہوگا- نبی ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عز وجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۰۴) نیز دیکھیں: بخاری (۲۷۵۳، ۴۷۷۱)

(۲) بخاری (۳۲۳۱)، مسلم (۱۷۹۵) نیز دیکھیں: صحیح السیرۃ النبویۃ (۱۳۸)

یہ طائف کا مشہور واقعہ ہے، جب آپ ﷺ اپنے شفیق چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد بغرض تبلیغ طائف تشریف لے گئے تھے، آپ نے وہاں کے سرداروں کو خصوصیت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی، مگر وہ لوگ بدتمیزی سے پیش آئے، آپ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا، جن کی حرکات سے آپ کو سخت تکلیف کا سامنا ہوا، مگر اس حالت میں بھی آپ نے ان پر عذاب پسند نہیں فرمایا، بلکہ ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی، جو قبول ہوئی۔

اخشبین سے مراد مکہ کے دو مشہور پہاڑ جبل ابوقبیس اور جبل قیقعان ہیں۔ یہ دونوں پہاڑ بالترتیب حرم کے جنوب وشمال میں آمنے سامنے واقع ہیں، اس وقت مکہ کی عام آبادی انہی دو پہاڑوں کے بیچ میں تھی، رسول اللہ ﷺ کے اس جواب میں آپ کی یگانہ روزگار شخصیت اور ناقابل ادراک گہرائی رکھنے والے اخلاق عظیمہ کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔(۱)

یہ تھا نبی اکرم خاتم الانبیاء محسن انسانیت ﷺ کا اخلاق اور ان کے بارے میں آپ کی دعا، اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ان میں عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، عمرو بن العاص، خالد بن الولید جیسے صنادید قریش ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے سخت دشمنی مول لی تھی۔

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ﴾ کے مصداق آپ ﷺ نے بالاستمرار لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، اور تبلیغ ودعوت، پند وموعظت کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہے، حق کو لوگوں تک پہنچاتے رہے، اور اس راہ میں آنے والے مصائب وشدائد پر صبر کرتے رہے، قریش کی تمام پریشانیوں کو خندہ روئی سے برداشت کرتے رہے اور کبھی ناامید نہ ہوئے، ہاں اسلام نہ لانے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ضرور ہوئے جس کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے، ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء:۳) ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھودیں گے۔

کفار کے ایمان لانے کی جتنی شدید خواہش آپ ﷺ رکھتے تھے، اور ان کے اعراض وگریز سے آپ کو جو سخت تکلیف ہوئی تھی، اسی میں آپ ﷺ کی اسی کیفیت اور جذبے کا اظہار ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيْثِ أَسَفاً﴾ (الکھف:۶) پس اگر یہ لوگ اس بات (یعنی قرآن مجید) پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے۔

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے، اور نصیحت کی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ پر اور قرآن مقدس پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس پر اتنا غمگین نہیں ہونا چاہئے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیں، آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے، اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس کے فیصلے میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔(۲)

ایک تیسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ﴾ (فاطر:۸) آپ (ان مشرکین) کے حال پر افسوس کرکے اپنی جان نہ دے دیجئے۔

☆☆☆

(۱) الرحیق المختوم (۱۸۳) (۲) تفسیر ابن کثیر (۱۵۶/۳)

اسلام کے چند محاسن
کتاب وسنت کی روشنی میں

سعید الرحمٰن عبدالمجید

مذہب اسلام اللہ رب العالمین کا پسندیدہ مذہب ہے، جو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے سارے انسانوں کا مذہب ہے، اسلام سارے انبیاء اور رسل کا دین ہے، گرچہ ان کی شریعتیں مختلف رہی ہیں، اس لیے کہ ان سب کا مصدر اور ان سب کا مقصد ایک ہے، اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی ذات ہی تنہا عبادت اور بندگی کی مستحق ہے۔

سب سے آخری شریعت جس کو اللہ رب العالمین نے نازل فرمایا ہے وہ شریعت محمدیہ ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ اس دنیا میں لے کر آئے، یہی اللہ رب العالمین کا سب سے پسندیدہ دین اور شریعت ہے، "ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه، وهو في الآخرة من الخاسرین. آپ ﷺ کی رسالت تمام رسالتوں کا خاتمہ ہے، اور آپ کی شریعت آپ سے پہلے تمام انبیاء و رسل کی شریعتوں کی ناسخ ہے، آپ کی شریعت انسانیت کے تمام مسائل و مشکلات کے حل کے لیے کافی ہے، دین و دنیا کے امور کی رہنمائی کرنے والی ہے، "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً" (المائدہ۳) آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

اسلام بہت سارے محاسن اور خوبیوں کا حامل ہے جن میں سے بعض اہم محاسن کا تذکرہ نیچے آرہا ہے:

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اس نے انسان کو بندوں کی عبادت سے نکالا اور ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی تعلیم دی، یہی اسلام کا سب سے بڑا مقصد ہے، اس لیے کہ تمام انسانوں اور جناتوں کو اللہ رب العالمین کی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (الذاریات:۵۶) میں نے انسانوں اور جناتوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اس نے تمام مسلمانوں کے مابین مساوات اور رواداری کا پیمانہ رکھا نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت دی اور کسی گورے کو کالے پر برتری دی، بلکہ فضیلت اور برتری کی بنیاد اور اساس صرف تقوی کو قرار دیا، اور سارے جاہلی امتیازات جس کو اپنا کر لوگ ایک دوسرے پر فخر وغرور کا اظہار کرتے تھے، جاہ وجلال، مال واولاد و منصب واقتدار وسلطنت وحکومت سب کو مٹا کر ساری انسانیت کو ایک لڑی میں پرودیا، اللہ کے رسول نے فرمایا: "ان الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء مومن تقي وفاجر شقي انتم بنو آدم وآدم من تراب"۔ (صحیح

الجامع الصغیر: ۱۷۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کے فخر وغرور اور کبر کو ختم کر دیا اور آباء واجداد پر فخر کرنے کو ختم کر دیا، متقی مومن ہو یا بد بخت فاجر وفاسق، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اس نے تمام مسلمانوں کو باہمی تعاون کا حکم دیا اور باہمی الفت ومحبت اور غم خواری وغم گساری کی تعلیم دی، اور تمام مخلوقات کے ساتھ احسان کا حکم دیا، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "مثل المومنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى"۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۵۸۴۹)

ترجمہ: مومنوں کی مثال ان کے ایک دوسرے سے محبت رحم وکرم اور نرمی وشفقت کرنے میں ایک جسم کی ہے کہ جب جسم کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچتا ہے تو پورا جسم اس کی وجہ سے بے خوابی میں مبتلا اور بخار زدہ ہو جاتا ہے۔

اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ اسلام نے والدین کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی کا حکم دیا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: "وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ". (لقمان: ۱۴)

ترجمہ: ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ کراسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھٹائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اسلام نے پڑوسی کو اذیت وتکلیف پہنچانے سے منع فرمایا، اس لیے کہ اسلام میں پڑوسی کی بڑی اہمیت اور عظیم مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول کی حدیث ہے: والله لا يومن والله لا يومن والله لا يومن قيل من يا رسول الله؟ قال الذين لا يأمن جاره بوائقه۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۷۱۵۲) اللہ کی قسم وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا، اللہ کی قسم وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا، اللہ کی قسم وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا، آپ سے کہا گیا اے اللہ کے رسول کون؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اسلام نے امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا ضابطہ قائم کیا اس لیے کہ اسلام ایک نیک وصالح اور صاف وشفاف معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ". (آل عمران: ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے تا کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے لوگوں کو جادوٹونہ، دجل ومکروفریب، شعبدہ بازی وکرتب سازی اوراس طرح کی دوسری برائیوں سے دوررکھا ہے، اوران علوم کے سیکھنے سے سختی سے منع فرمایا ہےاوراسی طرح گذرے زمانے کے باطل قصےاور کہانیوں کوکوئی اہمیت نہیں دی ہے،اس لیے یہ سب ایسےعلوم ہیں جواسلام اوراسلامی تعلیمات کوضرر پہنچانے والے ہیں،ا، اللہ تعالی فرماتا ہے: "فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ" (البقرة: ۱۰۲) پھروہ لوگ ان سے وہ سیکھتے ہیں جس سے خاونداور بیوی میں جدائی ڈالیں اور دراصل وہ بغیراللہ تعالی کی مرضی کے کسی کونقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سکھتے ہیں جوانہیں نقصان پہنچائے اورنفع نہ پہنچا سکے اوروہ بالیقین جانتے ہوتے۔دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى. (طہ:۶۹)

ترجمہ اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا،لہذاان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ جادوٹونہ اور کرتب سازی وغیرہ حرام افعال ہیں۔

اسلام کے محاسن میں یہ بھی ہے کہ اس نے صرف انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کاحکم نہیں دیا بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک ونرمی کابرتاؤ کرنے کاحکم دیا،اس لیے کہ اسلام کے مقاصد میں جان کی حفاظت، زندگی کی بقااورسلامتی اوراس کواللہ رب العالمین کی مراد کے مطابق آراستہ وپیراستہ کرنا بھی ہے،اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

بينما رجل يمشى فاشتد عليه العطش فنزل بئرا فشرب منها ثم خرج فاذا هو بكلب يلهث ياكل الثرى من العطش فقال لقد بلغ مثل الذى بلغ لى فملاخفه ثم امسكه بفيه ثم رقى فسقى الكلب فشكر الله له فغفر له، قالوا يا رسول الله ان لنا فى البهائم أجرا، قال فى كل كبد رطبة اجر۔ (صحيح الجامع الصغير: ۲۸۷۳)

حدیث کامفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی جارہا تھااسے سخت پیاس محسوس ہوئی وہ کوئیں کے پاس گیااورسیرابی حاصل کی پھر وہ نکلاتو ایک کتے کو پیاس سے بے تاب دیکھا تو اس نے اس کے درد وپیاس کومحسوس کیا،اس نے اپنا موزا پانی سے بھرااور کوئیں سے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا اللہ نے اس کاشکریہ ادا کیا اوراس کوبخش دیا لوگوں نے اللہ کے رسول سے پوچھا کہ کیا ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہےتو آپ نے فرمایاہر جانور کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں ثواب ہے۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے جھوٹ، دروغ گوئی خیانت ودغابازی سے منع فرمایااورعہدو پیمان کا پاس ولحاظ رکھنے کاحکم دیا،اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "وَأَوْفُواْ بِعَهْدِ اللّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلاَ تَنقُضُواْ الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ" (النحل: ۹۱) اورتم اللہ کے عہدکو پورا کروجب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو،اورحدیث میں اللہ کے رسول نے فرمایا "اد الامانة الى من ائتمنك ولا تخن من خانك۔ (صحیح الجامع

الصغیر:۲۴۰)

ترجمہ: تو امانت ادا کر اسے جس نے تجھ کو امین بنایا اور اپنے خیانت والے کے ساتھ خیانت نہ کر۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے ہر اس کام کے کرنے کا حکم دیا جس سے محبت والفت میں اضافہ ہو اور اختلاف وانتشار گروہ بندی اور فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو جیسے صدقہ، صلہ رحمی خندہ پیشانی سے ملاقات وغیرہ وغیرہ، افعال حسنہ کے کرنے کا حکم دیا اور غیبت وچغلی بدگمانی اور لوگوں کا استہزا ومذاق سے منع فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً" (الحجرات: ١٢) (ترجمہ) اے ایمان والو بہت زیادہ بدگمانیوں سے بچو یقین مانو، کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے خوبصورت اور زینت والے لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا اور نفس انسانی کی تطہیر اور تزکیہ پر توجہ فرمائی، اسے مہذب وشائستہ بنانے کا حکم دیا، اللہ رب العالمین نماز کی ادائیگی کے وقت زیب وزینت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "يَا بَنِي آدَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (سورة الأعراف: ٣١) "اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اسلام نے اسراف وتبذیر وفضول خرچی سے منع فرمایا ہے اور اسراف وتبذیر کو شیطانی صفت اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (الاعراف:۳۱) کھاؤ پیو اور اسراف سے کام نہ لو بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، دوسری جگہ اسراف اور مسرفین کے متعلق فرماتا ہے: "وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً" (الاسراء۲۶-۲۷) اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو، بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اسلام کے یہ وہ محاسن ہیں جن کا انسانی زندگی سے بلاواسطہ تعلق ہے، یہ محاسن انسانی زندگی کی کامیابی وفلاح وبہبود کے ضامن ہیں، اور ان تمام ضرورتوں کی تکمیل کرنے والے ہیں جس کی انسانیت کو ضرورت پڑتی ہے اور جن کو اختیار کرکے انسانیت دین ودنیا کی حقیقی سعادت سے ہم کنار ہوتی ہے۔

اللہ رب العالمین ہم سب کو ان محاسن اسلام کو پہچاننے، ان کو عمل میں لانے کی توفیق دے۔

☆☆☆

فلم بینی اوراس کے مضر اثرات

فہیم احمد شریف احمد/متعلم جامعہ سلفیہ بنارس

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ، وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِراً كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْراً فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾۔ (۱)

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں، آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا: "أعرضوا عن الانتفاع بسماع كلام الله واقبلوا على استماع المزامير والغناء بالألحان والآت الطرب" اور صحابہ وتابعین کے اقوال نقل کئے ہیں کہ "لهو الحديث" سے مراد گانا بجانا، سننا اور اس سے متعلق تمام چیزیں ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: "هو والله الغناء وكذا قال ابن عباس وجابر وعكرمة وسعيد بن جبير ومجاهد ومكحول وغيرهم"۔ (۲)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لهو الحديث" سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز وسامان اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔ اس میں جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں اور گلوکارائیں سب شامل ہیں۔ (۳)

قارئین کرام! ان ائمہ کی تفسیر کی روشنی میں ہم آج کی فلموں پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ فلمی دنیا نے معیشت پر زبردست شکنجہ کس رکھا ہے، فلم سازی آج کی سب سے نفع بخش تجارت بنی ہوئی ہے، اور اس سے منسلک لوگ دنیا کے سب سے مہذب انسان شمار کئے جا رہے ہیں، فلموں کے اداکار اور اداکاراؤں کا آج معاشرے میں وہی مقام ہے جو کبھی ساحروں اور نجومیوں کا تھا، فلموں کے ذریعہ فیشن کے نام پر ہر قسم کی فحاشی، بے حیائی اور بے راہ روی پھیلائی جا رہی ہے، ان کے بنانے اور عام کرنے میں اللہ کے دشمن اور مغضوب علیہم قوم کا سب سے اہم کردار ہے، جنہوں نے دنیا کی دیگر قوموں کے ذہن ودماغ

(۱) سورہ لقمان: ۶-۷۔ (۲) ابن کثیر ج ۵ ص ۱۰۱۔
(۳) تفسیر جوناگڑھی۔

میں یہ گمراہ کن خیال راسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ دنیا لذیذ ہے، شیریں ہے، اس سے لذت حاصل کرو، یہی اصل ہے، یہی کافی ہے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

مغربی فلمسازوں کا نشانہ اسلام اور اسلامی تہذیب ہے، انہوں نے عرب مسلمانوں کو ہوس پرست بنانے اور سیکڑوں فلموں میں مسلمانوں کی کردارکشی کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں مسلمانوں کی بربریت، انسان دشمن اور ہوس پرست ثابت کرنے اور ترقی کے دشمن بتانے کی سعی مذموم کی ہے، اور بہت حد تک اپنی دسیسہ کاریوں اور مکروفریب میں کامیاب ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (۱) ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ نیز سورہ نور میں اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾(۲) ترجمہ: جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں، ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور مومنوں کو خاص طور پر آگاہ کیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ الَّذِيْنَ اتَّخَذُواْ دِيْنَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً مِّنَ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ﴾۔ (۳) ترجمہ: مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بناتے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں۔

اور یہ فلمیں برائی، گندگی، بے پردگی، فحاشی اور بے حیائی کو اسی طرح پھیلانے والی ہیں جس طرح سے شیطان نے بت پرستی کو دھیرے دھیرے دنیا میں رواج دلایا تھا، ان فلموں کو بنانے والوں کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ وہ ان فلموں کے ذریعہ سے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں اور ظلم وتشدد کو مٹانے کے لیے کوشاں ہیں اور سماج میں امن وسکون اور مساوات لانا چاہتے ہیں، ممکن ہے کہ فلموں میں یہ عناصر موجود ہوں، لیکن ناظرین منفی اثرات کو زیادہ قبول کرتے ہیں، لہذا ان فلموں سے اصلاح کے بجائے بگاڑ کا زیادہ خطرہ ہے۔ آج کی حکومتیں دنیا پرست ہیں، انہیں اصلاح سے زیادہ معاشی مفاد عزیز ہوتا ہے وہ ایک طرف شراب کے لائسنس ایشو کرتی ہیں تو دوسری طرف شراب پینے والوں کی سزا کے قانون بناتی ہیں، لیکن ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ شریعت نے جو قانون مقرر کیا اور جس کے کرنے کا حکم دیا اور جس کے کرنے سے منع کردیا ہے اسی میں مسلمانوں کا بھلا ہے، اور ساری دنیا والوں کا بھی بھلا اسی میں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئاً وَلَـكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾۔ (۴) ترجمہ: یہ یقینی بات ہے کہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم

(۱) المومنون:۱۱۵۔ (۲) النور:۱۹۔
(۳) المائدہ:۵۷۔ (۴) یونس:۴۴۔

کرتے ہیں۔

فلموں کا اثر اپنے شیدائیوں پر اس قدر حاوی ہوتا ہے کہ جہاں اس کو دیکھنے کے لیے بچے چوری اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں تو بڑے اپنے فرائض سے چشم پوشی کرتے ہیں، اس میں مال ووقت دونوں کا ضیاع ہوتا ہے، اور فلموں کے اثر سے تو دنیا میں ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ انسانیت کانپ اٹھے، پاکستان کے اردو روز نامہ ''نوائے وقت'' نے ۲۷/جولائی ۱۹۹۱ء کے شمارے میں یہ خبر درج کی کہ ایک رومانی ماں نے ٹی وی خریدنے کے لیے اپنے لخت جگر کو ۵۰ ۷ پاؤنڈ میں فروخت کر دیا۔(۱)

اگر ہم فلم کے دو اہم پہلوؤں یعنی کردار اور موسیقی کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو یہ دونوں حرام ہیں، کیونکہ کردار میں تصنع اور بناوٹ پائی جاتی ہے، اس طرح کہ یہ عاشق ومعشوق کا رول ادا کرنے والے دوسری فلم میں بہن بھائی یا ماں بیٹے کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں، اس طرح یہ رشتوں کے تقدس کو پامال کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "هلك المتنطعون قالها ثلاثا" (۲) ترجمہ: غلو ومبالغہ کرنے والے ہلاک ہوگئے، آپ نے اس جملے کو تین مرتبہ فرمایا۔ ترمذی کی روایت ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "ويل للذي يحدث بالحديث ليضحك به القوم فيكذب ويل له ويل له" (۳) ترجمہ: بربادی ہے ایسے شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، بربادی، بربادی ایسے شخص کے لیے۔ پھر الٹی سیدھی نسبتیں بنانا تو ویسے بھی حرام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ: "من ادعى الى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام"۔ (۴) ترجمہ: جس کسی نے جان بوجھ کر اپنے باپ کی جگہ دوسری طرف نسبت کی تو ایسے شخص پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

اور موسیقی فلموں کا لازمی جزء ہوتی ہے، کتنی فلمیں تو صرف اپنے گانے اور دھن کی بناء پر مقبولیت حاصل کرتی ہیں، اس کے بارے میں شریعت میں کھلے طور پر ممانعت آئی ہے، قرآن کریم نے اسے "لهو الحديث" سے موسوم کیا ہے، اور نبی ﷺ نے اپنی احادیث میں اس کی قباحت کو بیان کیا ہے، بخاری کی روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف" (۵) ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال ٹھہرالیں گے۔ اور ابن ماجہ میں ہے: "يعزف على رؤوسهم المعازف والمغنيات يخسف الله بهم الأرض ويجعل منهم القردة والخنازير"۔ (۶) ترجمہ: اگر لوگ گانے بجانے اور سننے میں لگ جائیں گے اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔

(۱) نور توحید، جون ۲۰۰۸ء۔
(۲) مسلم: ۶۷۸۴، کتاب العلم۔
(۳) ترمذی: ۲۴۳۱، کتاب الزہد، وحسنہ الالبانی رحمہ اللہ۔
(۴) ابن ماجہ: ۲۶۱۰، کتاب الحدود، وصححہ الالبانی رحمہ اللہ۔
(۵) بخاری۔
(۶) ابن ماجہ: ۴۰۲۰، کتاب الفتن وصححہ الالبانی رحمہ اللہ۔

فلموں کے مضر اثرات

دینی حمیت وعصبیت کا خاتمہ:

غیر مسلم یا نام نہاد مسلمان اداکاروں کو جب ہم اپنا ہیرو اور آئیڈیل بنا لیتے ہیں تو ان کی بے دینی ہماری نظروں میں قابل تعظیم ہوجاتی ہے، حالانکہ اسلام وایمان کا ڈھانچہ نفی کفر وشرک پر استوار ہوتا ہے، اتباع وتسلیم تو بعد میں ہے، جب تک کہ معبودان باطلہ کی نفی نہیں، اللہ کی توحید نہیں، بغض فی اللہ کے بغیر حب فی اللہ نہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً مِّنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ﴾ (۱) مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے۔ اور سورہ توبہ میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ آبَاءكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاء إَنِ اسْتَحَبُّواْ الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾۔ (۲) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا، وہ گنہگار اور ظالم ہے۔

فرائض شرعیہ کو چھوڑنے کا سبب:

آدمی اسکرین کے آگے بیٹھا فلم دیکھتا رہتا ہے، اور اسے اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ کب اذان ہوئی اور نماز ہوگئی، سچ ہے رب العالمین کا فرمان: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ﴾ (۳) ترجمہ: اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔ جبکہ نماز کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ﴾ (۴) ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

حیا وغیرت کا خاتمہ اور اجتماعی بے حسی:

بے حیائی وبے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ گھر میں بیٹھے ہوئے تمام افراد یا تھیٹروں میں پوری فیملی کے ساتھ فلموں کو دیکھا جاتا ہے جس میں فحش قسم کے مناظر اور لغو وبیہودہ گوئی کی باتیں سامنے آتی ہیں، جن کو ایک باپ اپنی بیٹی، ایک ماں اپنے بیٹے اور ایک بھائی اپنی بہن کے بغل میں بیٹھا دیوث بن کر دیکھتا اور سنتا رہتا ہے اور یہ قرآن کے اس فرمان کے خلاف ہے، اللہ

(۱) المائدہ: ۵۷۔ (۲) التوبہ: ۲۳۔
(۳) النور: ۲۱۔ (۴) العنکبوت: ۴۵۔

تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ...... الخ﴾ (۱) ترجمہ:اے ایمان والو!تم اپنے آپ کواور اپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ جس کاایندھن انسان اور پتھر ہیں۔اور بخاری کی روایت میں ہے: "ان مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى اذا لم تستحى فاصنع ما شئت". (۲)
ترجمہ: سابقہ نبوت کی جوتعلیمات باقی رہ گئیں ان میں یہ بات بھی تھی کہ جب تمہارے اندر حیانہ ہوتو جو چاہوسوکرو۔

پردے میں بے پردگی:

اداکاراؤں کے شوخ وشنگ اور جسم کے ایک ایک عضوکوعریاں کرنے والے لباس کے ذریعہ بے حیائی اور بے پردگی فلموں کے ذریعہ اس طرح پھیلائی جاتی ہے کہ پورا معاشرہ فتنوں کی زد میں آ گیا ہے جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے کہ وہ عورتیں جن کے اندر نکاح کی رغبت ختم ہوچکی ہے وہ بھی بناؤ سنگھار سے بچیں،﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاء اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحاً فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (۳) ترجمہ: بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (خواہش ہی نہ) رہی ہو وہ اگر اپنے (اوپری) کپڑے اتار دیں تو ان پرکوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کرنے والیاں نہ ہوں،تاہم اگران سے بھی احتیاط رکھیں توان کے لیے بہت افضل ہے اوراللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَاتِهِمَا﴾۔(۴)
ترجمہ:اے اولاد آدم! شیطان تم کوکسی خرابی میں ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرادیا،ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروادیا تا کہ وہ ان کوان کی شرم گاہیں دکھائے۔

غوروفکر کا فقدان:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فکری یورش ویلغار کا خطرہ لشکروسپاہ،ہتھیاروااسلحہ اور گولہ بارود سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، اسی لیے شریعت اسلامیہ نے بچوں کی تربیت کی طرف باربار رہنمائی کی ہے اور ماں باپ کوان کی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے، تا کہ ان کی اچھی ذہن سازی ہوسکے کیونکہ یہ بچے مستقبل میں قومی کشتی کے ملاح ہوتے ہیں،فلموں کے غلط اثرات کا اندازہ اس طرح سے لگائیے کہ ایک فیملی عمرہ کرکے واپس ہوئی تو دہلی کے ایک صحافی نے ان کے گیارہ سالہ بچہ سے سوال کیا کہ اے بیٹے !تم نے کعبہ میں کیا دعاء مانگی تواس نے بڑی بے باکی اور جرأت مندی سے جواب دیا کہ میں نے اللہ میاں سے یہ دعا کی

(۱)التحریم:۶۔ (۲) بخاری:۶۱۲۰،کتاب الادب۔
(۳)النور:۶۰۔ (۴)الاعراف:۲۷۔

کہ اللہ! امیتابھ بچن کو صحت اور توانائی عطا کردے۔(۱) (وہ ان دنوں کسی فلم کی شوٹنگ کے درمیان زخمی ہو گیا تھا)

دوسری قوموں کی مشابہت:

فلموں کی اداکاراؤں اور اداکار کے لباس اور طور طریق کا مسلم بچے نقل کرتے ہیں، ان لباسوں اور طور طریق کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے اسوہ اور نمونہ کو قرآن میں یوں بیان کر دیا گیا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً﴾ (۲) یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے۔ نیز ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ (۳) ترجمہ: مسلمانو! تمہارے لیے حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "من تشبه بقوم فهو منهم"۔(۴) ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ ان ہی میں سے ہے۔

یہ نقصانات دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے ہیں، اس کے علاوہ طبی اعتبار سے بھی فلم بینی کے بے شمار نقصانات ہیں، جیسے آنکھوں کا خراب ہونا، سر درد ہونا وغیرہ۔

جوانو وقت کے الحاد کا رخ کون موڑے گا
رہے جب تم اگر فلمی اداکاروں سے وابستہ

☆☆☆

(۱) نور توحید، جون ۲۰۰۸ء۔
(۲) الاحزاب: ۲۱۔
(۳) الممتحنۃ: ۴۔
(۴) ابوداود: ۴۰۳۱، کتاب اللباس وقال الالبانی رحمہ اللہ: ھذا حدیث حسن صحیح۔

شخصیت پرستی: ایک مہلک وبا

محمد حامد محمد شفیع/متعلم جامعہ سلفیہ بنارس

شخصیت کے لغوی معنی انسانیت، آدمیت اور بشریت کے ہیں اور پرستی یہ پرستش کا مخفف ہے جس کے معنی پوجا، عبادت اور تپشیا کے ہوتے ہیں۔

شخصیت پرستی کا اصطلاحی معنی مختصر طور پر یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی شخص کے علم وہنر، زہد وتقویٰ، اخلاق وکردار یا کسی مخصوص شئی سے متاثر ہو کر اس سے اس قدر محبت یا اس طرح اس کی اتباع کی جائے جو عبادت کے قائم مقام نظر آئے۔

شخصیت پرستی ایک ایسی وبا ہے جس کا شکار اگر انسان ایک مرتبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس سے چھٹکارا پانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس بیماری کو وہ کامل صحت سمجھتا ہے، شخصیت پرستی نے حق وصداقت کو ہر دور اور ہر زمانے میں زک پہونچائی ہے، توحید کی تعلیمات اور اسلام کے احکام سے دوری کی سبب بنی، افراد اور معاشرے کو اسی نے تباہی وہلاکت کے دہانے پر پہونچا دیا۔ الغرض شخصیت پرستی کے نقصانات کا اسلام کو سامنا کرنا پڑا۔

شرک جو اکبر الکبائر ہے جسے اللہ رب العالمین ہرگز کسی صورت میں بھی معاف نہیں فرمائے گا جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے: ''ان اللّه لایغفر أن یشرك به ویغفرمادون ذلك لمن یشاء'' (۱) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے (جونا گڈھی) اس کا سبب شخصیت پرستی ہی ہے، جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر اپنی صالحیت اور تقوی کے بے مثال کارنامے اس دنیا میں چھوڑ کر دار ابدی کی طرف کوچ کر گئے تو شیطان نے قوم نوح کے پاس آکر انہیں غیرت دلائی کہ جن حضرات نے دنیا کی آسائشوں اور رعنائیوں کو قربان کر کے اپنی پوری زندگی اللہ کی عبادت اور اس کی رضامندی کے لیے وقف کر دیا تھا انہیں تم اتنی جلدی بھلا بیٹھو گے، قوم کے افراد غیرت میں آئے اور ان کو یاد کر کے ان کے کارناموں کو دوام بخشنے کے لیے ان کی تصاویر وضع کی اور ان کو گھروں میں ایسی جگہ رکھا جہاں سے آتے جاتے ہمیشہ ان کی نظر ان تصاویر پر پڑیں اور ان کو یاد کر کے وہ بھی اپنی زیست وحیات میں اسی ڈگر پر چلیں جس پر چل کر صلحاء اور متقین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ یہ حد سے تجاوز تھا، بے جا محبت وتکریم تھی اور شیطان کی کامیابی کی پہلی سیڑھی تھی۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ جب دوسری نسل کا ظہور ہوا تو شیطان نے اس کے پاس آکر یہ دعوی کیا کہ دیکھو! تمہارے آباء واجداد ان تصویروں کی پوجا وعبادت کرتے تھے، ان سے استغاثہ وفریاد رسی کرتے تھے، مصائب وشدائد میں انہیں کے سامنے دست طلب دراز کرتے تھے تو کیا تم اپنے آباء واجداد کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے، نادان نسل نے اس کذب وبہتان کو حق وصداقت کا پیغام سمجھ لیا اور پھر اس شرک کا آغاز ہوا جس میں ملوث افراد کا ٹھکانا جہنم کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا، اللہ رب العالمین نے فرمایا: ''إنه من یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة

(۱) سورہ نساء: ۴۸

ومأواه النار، وما للظالمين من أنصار "(۱) یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (جونا گڈھیؒ)

یہ شخصیت پرستی ہی کا پیدا کردہ عظیم گناہ ہے جس کی تخم ریزی تو نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی لیکن اس کا شجر اتنا بارآور ہوا کہ اس کے برگ وبار کے سائے امت محمدیہ تک پہونچ گئے اور کتنے نام نہاد مسلمان اپنے شرک کو اصل توحید اور اسی کفر کو اصل اسلام سمجھ بیٹھے ہیں۔ هداهم الله.

شخصیت پرستی نے امت محمدیہ کو تقلید شخصی میں مبتلا کردیا جس نے اس امت کو متفرق اور منتشر کردیا، اس کی طاقت وتوانائی اور باطل سے مقابلے کے حوصلہ پر ضرب لگایا، وہ امت جس کے افراد کی صفت یہ بیان کی گئی تھی کہ اگر ایک کو زخم لگتا ہے تو تکلیف دوسرے کو ہوتی ہے اس کی آج حالت زار یہ ہے کہ تکلیف کا احساس تو کجا، مزید تکلیف دینے کی تگ ودو ہوتی ہے، اسی تقلید کے نتیجہ میں بہت سے نصوص کتاب وسنت کو تاویل کا جامہ پہنایا گیا۔

امام رازی نے اپنے شیخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ: میری ملاقات فقہاء مقلدین کی ایک جماعت سے ہوئی، میں نے بعض مسائل میں کتاب اللہ کی بہت سی آیتیں اس کے سامنے پیش کیں، لیکن چونکہ یہ آیات ان کی مذہب ومسلک کے برعکس تھیں اس لیے نہ تو ان آیات کو انہوں نے قبول کیا اور نہ ہی توجہ کرنے کی زحمت کی بلکہ تعجب سے میری طرف دیکھنے لگے گویا کہ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوں کہ ان آیات پر کیسے عمل کیا جاسکتا ہے جب کہ ہمارے سلف سے وارد شدہ روایات ان کے خلاف ہیں (۲)

کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے جب ائمہ کرام کی تقلید کے دعویداران خود اپنے اماموں کے ان فرمودات کو فراموش کردیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: "إذا قلت قولا وكتاب الله يخالفه فاتركوا قولي لكتاب الله، قيل: إذا كان قول رسول الله يخالف قال: أتركوا قولي لخبر رسول الله، قيل: إذا كان قول الصحابة يخالفه؟ قال: أتركوا قولي لقول الصحابة" (۳) یعنی اگر میرا کوئی قول قرآن، حدیث یا اقوال صحابہ کے مخالف ہوجائے تو میرے قول کو رد کردو، اور کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ پر عمل پیرا ہوجاؤ۔

امام صاحب رحمہ اللہ پر رب العالمین کی خاص عنایتیں نازل ہوں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ کا جو مقام اور احترام ان کے دل میں تھا اس کو واضح لفظوں میں بیان کرکے اپنے فقہی آراء پر مقدم رکھنے کی تاکید فرمادی، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی استفتاء لے کر حاضر ہوا، آپ نے اس کو حدیث کی روشنی میں جواب دے دیا، اس شخص نے امام صاحب سے پوچھا کہ اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے، آپ سیخ پا ہوگئے اور انتہائی غصہ میں کہا: سبحانك تراني في كنيسة تراني على وسطي زنارا، أقول لك قضى رسول الله ﷺ كذا وأنت تقول: ما تقول أنت "(۴) یعنی کیا میں کسی گرجا گھر میں بیٹھا ہوں! کسی مندر میں بیٹھا ہوں! کیا میرے اوپر

(۱) سورہ مائدہ: ۷۲۔ (۲) فتح البیان فی مقاصد القرآن، ج ۵ ص: ۲۸۵۔

(۳) مؤطا: ۳۳۳۸۔ حسنہ الألبانی (۴) ایقاظ ھمم اولی الأبصار، ص: ۵۔ عقد الجید للدھلوی، ص: ۲۲

زنار پڑا ہوا ہے! میں تمہیں قول رسول بتلا رہا ہوں اور تو میرا قول طلب کرتا ہے۔

تقلید شخصیت پرستی کی وجہ سے بدعات وخرافات کو رواج حاصل ہو گیا، دین کے نام پر ایسے اعمال انجام دیئے جانے لگے جن پر کتاب وسنت کی مہر نہیں لگی تھی بلکہ انہی اعمال کو اصل دین کا درجہ دے دیا گیا۔

اسی کے پہلو بہ پہلو ہندو بیرون ہند میں فتنۂ انکار حدیث نے شخصیت پرستی ہی کے ذریعہ اپنے پنجے مضبوط کیے، عوام کو دھوکہ دینے کے لیے منکرین حدیث نے اولا اسلامی شعائر کو اپنایا، پنج وقتہ نمازوں میں انتہائی خشوع وخضوع کا مظاہرہ کیا، تہجد ونوافل کو لازم پکڑا اور امت مسلمہ کا بہت بڑا ہمدرد باور کرایا، جب عوام بخوبی ان کی شخصیت سے متاثر ہوگئی، ان کے زہد وورع اور للّٰہیت کا قائل ہوگئی اور ان کے لیے جاں نثاری وفداکاری کے لیے مستعد ہوگئی تو رفتہ رفتہ انہوں نے زہر اگلنا شروع کیا اور اسلام کی چادر زیب تن کر سنت رسول اللہ پر ایسا وار کیا کہ نہ صرف سنت بلکہ ایمان واسلام کی عمارت کو متزلزل کرنے کی سعی لا حاصل کی۔

الحاصل شخصیت پرستی سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا، اللہ تعالی یہود ونصاری کے مثالب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله والمسيح ابن مريم وما أمروا إلا ليعبدوا الها واحدا“(۱) ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ (جوناگڈھیؒ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ لوگوں کو شارع کا درجہ دینا، ان کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھنا، حلال کو حلال سمجھنا اور ان کی اندھی تقلید کرنا یہی ان کو رب بنانا ہے۔

آج بہت سے مسلمانوں کا حال یہی ہے کہ ان کے سامنے جب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ تعجب سے کہتے ہیں کہ ہم تو کسی مخصوص امام کی فقہ کے ماننے کے پابند ہیں۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتاب وسنت کے صحیح مقام ومرتبہ کو پہچانیں، یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہم امت وسط ہیں جس کا افراط وتفریط اور غلو وتنقیص سے چنداں تعلق نہیں، لہذا غلو ومبالغہ سے حد درجہ اجتناب کرنا ہمارے اولین فرائض میں داخل ہے، حتی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان میں بھی غلو کرنے سے روکا ہے، چنانچہ فرمایا: ”لا تطرونی كما أطرت النصارى ابن مريم، إنما أنا عبد، فقولوا: عبد الله ورسوله“(۲) کہ لوگو! مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ جس طرح نصاری نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بڑھایا تھا، بلکہ صرف میں ایک بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

کیونکہ شخصیت پرستی، غلو اور مبالغہ کے انجام بڑے ہی شوریدہ ہوتے ہیں، شخصیت کا احترام اور وقار ہمیں تسلیم ہے لیکن ہماری شریعت ہمیں مبالغہ آمیز عقیدت نہیں سکھلاتی، ہماری شریعت حق کا تتبع اور اس کی پیروی کی تعلیم دیتی ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ مسلمانان عالم کی اصلاح فرمادے تاکہ ہماری عظمت رفتہ پھر سے عود کر آئے، آمین۔ ☆

(۱) سورہ اعراف: ۱۵۷۔ (۲) سورۂ توبہ: ۳۱۔

اخبار جماعت

اتحاد ابناء السلفیۃ بنارس کے زیر اہتمام اجلاس عام

۲ رمئی ۲۰۱۲ء بروز بدھ بعد نماز عشاء اتحاد ابناء السلفیۃ بنارس کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان یک شبی اجلاس عام عیدگاہ اہلحدیث، فاطمان روڈ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت ناظم اعلی جامعہ سلفیہ مولانا عبداللہ سعود سلفی صاحب اور نظامت مولانا عبداللہ عبد الرؤف سلفی صاحب نے فرمائی۔

حافظ عبدالرحیم سلفی کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا، اس کے بعد مولانا عبدالمتین مدنی نے اجلاس سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے اسلامی معاشرہ کو بے حیائی اور اس کے موجودہ مظاہر سے پاک کرنے پر زور دیا، نیز اس بات کی تاکید کی کہ تفریح طبع یا تہذیب وترقی کے نام پر بے حیائی پیدا کرنے کے جو ذرائع آج گھروں میں اور معاشرہ کے اندر رواج پذیر ہیں سب پر روک لائی جائے تاکہ مسلم معاشرہ اسلامی احکام وتعلیمات کا ترجمان اور آئینہ دار رہے۔

کانپور سے تشریف لائے جواں سال مقرر مولانا رضاء اللہ سلفی نے اس کے بعد تربیت اولاد کے موضوع خطاب فرمایا جس میں آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز شریک حیات کے حسن انتخاب سے کیا، اس کے بعد موضوع سے متعلق تمام ضروری باتوں کو مرحلہ وار مدلل بیان کیا۔

بعدہ استاذ محترم مولانا عبدالسلام مدنی صاحب نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے ایمان کے ارکان کو بیان کیا نیز یہ واضح کیا کہ آخرت پر ایمان کی اہمیت نہ صرف اس لیے ہے کہ وہ چھ ارکان میں سے ہے بلکہ اس دن پر ایمان، اللہ کے پاس حاضری، حساب وکتاب کا ڈر، جنت وجہنم کے احوال، اعمال کا وزن اور پل صراط سے گذرنا، نفسی نفسی کا عالم، یہ سارے امور ان باتوں پر ایمان رکھنے والوں کی اصلاح اور اسے گناہوں کے کاموں سے روکنے میں بڑے موثر ہیں۔

مولانا کے خطاب کے بعد ناظم جلسہ نے "حق المسلم علی المسلم ست" کے تحت ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو ضروری حقوق ہیں ان کی وضاحت فرمائی۔

پھر شارجہ سے تشریف لائے مہمان مقرر فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی نے ایمان، اس کی حفاظت اور اس میں اضافہ کے اسباب پر روشنی ڈالی اور اس بات پر زور دیا کہ ایک مسلمان کا ایمان مضبوط رہنا چاہئے اور اسے ان تمام امور سے بچنا چاہئے جو ایمان کو کمزور یا متزلزل کرنے والے ہیں۔

مولانا انصار زبیر محمدی صاحب نے توحید کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اعمال کی درستگی اور اس کی قبولیت کے لیے توحید کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا نیز اس بات پر زور دیا کہ بچوں کی تربیت توحید پر ہی کی جائے۔

پروگرام کے اخیر میں صدر محترم نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے اتباع سنت پر زور دیا نیز یہ فرمایا کہ اتباع سنت ائمہ کرام سے محبت اور ان کے احترام کے عین موافق ہے، اس لیے کہ ان بزرگوں نے بھی اتباع سنت کی تاکید فرمائی ہے اور اسے نجات کا راستہ قرار دیا ہے۔

آپ کی دعاؤں کے ساتھ اس اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

حاضرین کی بڑی تعداد اخیر تک علماء کے مواعظ سے مستفید ہوتی رہی، اسٹیج پر مقررین کرام کے علاوہ سابق ناظم اعلی جامعہ سلفیہ جناب محمد سالم انصاری صاحب، شیخ الجامعۃ السلفیۃ مولانا نعیم الدین صاحب، جامعہ سلفیہ کے بعض اساتذہ اور اتحاد ابناء السّلفیہ کے اراکین موجود تھے۔ ☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

خدا پر یقین رکھنے والوں میں صبر وتحمل:

اسٹاک ہوم: ایک امریکی یونیورسٹی کی حالیہ تحقیق کے مطابق جولوگ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو پیش آنے والی مشکلات، پریشانیوں، مایوسی اور غصے پر بہتر انداز میں قابو پا لیتے ہیں۔ البتہ جولوگ عبادت نہیں کرتے ہیں، ان کے اندر یہ صلاحیت کم موجود ہوتی ہے۔ (اخبار تحقیق جنوری - مارچ ۲۰۱۲ء)

سری لنکا میں نماز کے اوقات مسلمان اپنی دکانیں مقفل رکھتے ہیں:

کولمبیا کے علاقہ ''اکورانا'' کے تمام مسلمان متفقہ طور پر نماز کے اوقات میں اپنی دکانوں اور تجارتی کمپلیکس کو تالا لگا دیتے ہیں، اور اذان کے بعد مسجد کی جانب رواں دواں ہو جاتے ہیں، جہاں پر مسلمان غالب اکثریت میں ہیں، یعنی تقریباً ۹۰ فیصد تجارتی کمپلیکس وہاں مسلمانوں کے زیر ملکیت ہیں، چنانچہ یہ بات عینی مشاہدے کی ہے کہ تمام مسلمان ظہر اور عصر کی نماز کے لیے اکٹھا مسجد چلے جاتے ہیں۔ لہذا اس مناسبت سے کولمبو میں ''اکورانا'' واحد ایسا علاقہ ہے جہاں کے تمام مسلمان نماز کے اوقات میں اپنی تجارت موقوف رکھتے ہیں۔ (اخبار العالم الاسلامی ۱۲/۱/۹)

ماسکو یورپ میں مسلمانوں کے بڑے شہروں میں شامل:

ماسکو میں اس وقت ۲۰ رلاکھ سے زائد مسلمان آباد ہیں، اور اس اعتبار سے وہ یورپ میں مسلمانوں کے بڑے شہروں کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے، علاوہ ازیں ماسکو میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے، ماسکو میں نومسلموں کی ایک بڑی تعداد ان مہاجرین پر مشتمل ہے، جو سویت یونین کا حصہ رہنے والی وسط ایشیائی ریاستوں سے ماسکو منتقل ہوئے ہیں۔ (راشٹریہ سہارا لکھنؤ ۱۲/۳/۲۴)

خانہ کعبہ کے خارجی صحنوں میں ٹھنڈا رہنے والا سنگ مرمر لگایا جا رہا ہے:

مکہ مکرمہ: حرم شریف کے خارجی صحنوں میں ٹھنڈا رہنے والا سنگ مرمر لگایا جا رہا ہے، یہ وہی سنگ مرمر ہے جو اب تک صرف مطاف میں لگا ہوا تھا، دو پہر میں خصوصاً موسم گرما کے دوران زائرین حرم، معتمرین اور عازمین حج کو خارجی صحنوں سے گذرتے ہوئے زحمت ہوتی تھی، کیونکہ وہاں نصب پتھر دھوپ جذب کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ گرم ہو جاتا تھا، اب عازمین حج وعمرہ موسم گرما میں شدید گرمی سے محفوظ رہیں گے، اور رات کے وقت پتھر کا درجہ حرارت متوازن رہے گا، اور سخت سردی میں انتہا درجے سرد نہیں ہوگا، یہ پتھر صرف ایران میں پایا جاتا ہے، سعودی حکام نے اس کا سارا ذخیرہ حرمین شریفین کے لیے خرید لیا ہے، سینکڑوں کارکن اور انجینئر خارجی صحنوں میں پتھر نصب کرنے کے لیے تعینات کئے گئے ہیں۔ (انقلاب ممبئی از بنارس ۱۲/۳/۲۳) ☆☆

باب الفتاوی

سوال: نماز میں صفوں کی درستگی کا کیا مسئلہ ہے؟ کیا شریعت میں اس کی بڑی اہمیت ہے؟

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

کتب احادیث کے اندر بہت ساری ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باجماعت نماز سے پہلے صفوں کی درستگی ہونی چاہئے، اس کی بڑی تاکید ہے، صفوں کی درستگی اقامت نماز میں سے ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "سوّوا صفوفکم فإن تسویة الصفوف من اقامة الصلاة" (صحیح البخاری ، کتاب الاذان ح ۷۲۳، باب اقامة الصف من تمام الصلاة) یعنی اپنی صفوں کو درست کرو، اس لیے کہ صفوں کی درستی اقامت صلاۃ میں سے ہے، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أقیموا الصف فی الصلاة فإن إقامة الصف من حسن الصلاة" (صحیح البخاری ، کتاب الاذان ح ۷۲۳، باب اقامة الصف من تمام الصلاة) یعنی نماز میں صفوں کو قائم (سیدھی) رکھو، بے شک صفوں کا قائم (اور سیدھی) کرنا نماز کے حسن اور خوبی میں سے ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سوّوا صفوفکم فإن تسویة الصف من تمام الصلاة" (صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها، کتاب الصلاة، ح: ۴۳۳) صفوں کو درست وسیدھی کرو، کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے پورا کرنے میں سے ہے۔

نماز میں صفوں کو مکمل اور درست رکھنا، نماز کے حسن اور خوبصورتی میں سے ہے، آپ ﷺ نے اس کا تاکیدی حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے خود اس پر عمل بھی کیا ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کان رسول الله ﷺ یسوّي صفوفنا، حتی کأنما یسوّی بها القداح، فرأی رجلا بادیا صدره من الصف فقال: "عباد الله! لتسون صفوفکم أو لیخالفن الله بین وجوهکم" رسول اللہ ﷺ صف درست کرتے تھے حتی کہ اسے نیزے یا تیر کی طرح کر دیتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کا سینہ آگے بڑھا ہوا دیکھا تو فرمایا: اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو درست رکھو، ورنہ اللہ رب العالمین تمہارے اندر مخالفت پیدا کردے گا۔ (صحیح مسلم ح: ۴۳۶، سنن ابی داود کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف ح: ۶۶۳)

صفوں کی درستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ صفوں کو درست کرنے کے لیے صفوں میں گھس کر درست کرتے تھے، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ""کان رسول الله ﷺ یتخلل الصفوف من ناحیة إلی ناحیة یمسح مناکبنا وصدورنا (و) یقول: "لا تختلفوا فتختلف قلوبکم" رسول اکرم ﷺ صفوں کو درست کرنے کے لیے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک صفوں میں گھس کر ہمارے سینوں اور کندھوں کو درست کرتے اور کہتے: "اختلاف نہ کرو، تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے......"۔ (سنن نسائی ، کتاب

الامامة، باب كيف يُقَوِّمُ الامام الصفوف ح : ۸۱۲)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر تین بار ارشاد فرمایا: ''تم لوگ اپنی صفوں کو قائم کرو، اللہ تعالی کی قسم! تم ضرور اپنی صفوں کو درست وسیدھی کروگے ورنہ تمہارے دلوں میں اللہ رب العالمین مخالفت ڈال دے گا، صحابی رسول فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نمازی اپنا بازو اور کندھا اپنے ساتھی کے بازو اور کندھے سے، گھٹنا اس کے گھٹنے سے، اور اپنا ٹخنہ اس کے ٹخنے سے ملا دیتا تھا۔ الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں: "أقبل رسول الله ﷺ على الناس بوجهه فقال: أقيموا صفوفكم" ثلاثا "والله ! لتقيمن صفوفكم أو ليخالفن الله بين قلوبكم" قال: فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه". (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصّف، سنن ابی داود: ۶۶۲) صفوں میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہونے کی ترغیب اور صفوں کو ٹیڑھی، نامکمل رکھنے کی ترہیب احادیث کے اندر بکثرت موجود ہیں، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ "قال رسول الله ﷺ: رصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق، فوالذي نفسي بيده إني لأرى الشيطان يدخل من خلل الصف ......" (ابوداود: ۶۶۷، نسائی: ۹۲/۲ وغیرہ)

حضرت ابوعثمان النہدی فرماتے ہیں کہ "كنت فيمن ضرب عمر بن الخطاب قدمه لاقامة الصف فى الصلاة" (فتح الباری ۲/۲۷، کتاب الاذان، باب اثم من لم یتم الصفوف) (یعنی میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں حضرت عمر فاروق بن خطابؓ نے نماز میں صف قائم کرنے کے لیے پاؤں پر مارا تھا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ یقینی طور پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ صفوں کو قائم و درست کرو، بازؤوں اور کندھوں کو برابر کرو اور خالی جگہوں کو بند کرو، اور اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جو شخص صف کو ملائے گا اللہ تعالی اسے ملائے گا، اور جو شخص صف کو کاٹے گا اللہ رب العالمین اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔ (ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ح: ۶۶۶، صحیح الترغیب والترھیب ح: ۴۹۲)

اوپر مذکور تمام احادیث صحیحہ سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ نماز کے لیے صفوں کی درستگی ضروری ہے، صفیں سیدھی اور پر ہونی چاہئیں۔ امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کو درست کرالے، اور تمام مصلّین حضرات کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ شروع نماز ہی سے اپنے بغل والے مصلی کے قدم سے قدم اور کندھا سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں، یہ عمل صرف رکوع میں نہیں بلکہ قیام میں بھی ہونا چاہئے۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو صف بندی کے احکام وآداب کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھنے کی توفیق دے، آمین۔

هذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدی عین الحق سلفی مالدہی

استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆

چمن زار کا

سالک بستوی/ایم اے

لوٹتے ہیں مزہ وہ چمن زار کا
میں مسافر بنا دشت بے خار کا

چاپلوسی امیروں کی کرتا نہیں
مسئلہ ہے مری طبع خود دار کا

کیوں نہ اس کے کرم کا کروں شکریہ
رب ہے روزی رساں سارے سنسار کا

عمر بھر میں اسے بھول سکتا نہیں
ایک لمحہ ملا آپ کے پیار کا

چومتی ہے نظر اس کو فردوس کی
حال پوچھے اگر کوئی بیمار کا

تھرتھرانے لگیں جہل کی ظلمتیں
گر اجالا ملے ذہن بیدار کا

جب سے مجھ کو قلم کی محبت ملی
نام لیتا نہیں تیغ وتلوار کا

نام ’’غوری‘‘ کا سالکؔ نے روشن کیا
ہر طرف شور ہے اس کے اشعار کا

☆☆☆